



فریاد

بزرگداشت

S. 1974

G. U. Library
دار اسناد و کتابخانه ملی
مجله شماره ۱۹۳
۱۳۰۳

خود و دل

بہار و لکھنوی

کتاب مشرق

وجد و حال کے جملہ حقوق برائے ہندوستان

بحق نسیم بکٹ ڈپو لکھنؤ محفوظ ہیں

قیمت مجلد

دو روپیہ

بلاشر

نسیم بکٹ ڈپو لکھنؤ

فون نمبر ۲۵۵۹

عرض حال

مذہبوں کے بعد میرا یہ مجموعہ ہندوستان سے
شائع ہو رہا ہے، اس میں کیا کچھ ہے یہ آپ کو
پڑھکر ہی معلوم ہوگا، مجھے نہ کبھی استاد کا دعویٰ
تھا نہ ہے اور نہ انشاء اللہ کبھی ہوگا، میں جو کچھ نظم
کرتا ہوں میری کیفیت ہے لہذا اس کے متعلق کچھ
لکھنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔

خادم ادب
ہزارو، لکھنؤ

انتساب

میں اس ناچیز مجموعے کو اپنے مرشد زادے
حضرت حسن میاں صاحب قبلہ نظامی بنارس
خلف الصدق مرشدی و مولائی محبوب حق امام السائین
حضرت عزیز میاں صاحب قبلہ سجادہ نشین خانقاہ
نیازیہ بریلی شریف کے نام نامی سے معنون کرتا ہوں۔
» گر قبول افتد زہے عز و شرف «

ادبی کفش برادر
ہزارہ لکھنؤی

۹ فروری ۵۵ء

حمد

ہے تو ہی اَلْم ہے تو ہی خوشی تری شان جل جلالہ
 تو ہی موت ہے تو ہی زندگی تری شان جل جلالہ
 جسے چاہے ہوش میں لائے تو جسے چاہے ہر دست پھرائے تو
 تو ہی ہوش دے تو ہی بخودی تری شان جل جلالہ
 تو ہی دیر و بیت صنم میں بھی تو ہی تنکدے میں حرم میں بھی
 ہے ترا ہی ذکر گلی گلی تری شان جل جلالہ
 تو ہی رنگ برگ شجر میں ہے تو ہی عنخہ و گل تر میں ہے
 یہی کہہ رہی ہے گلی گلی تری شان جل جلالہ
 ترا ذکر ہی تو نماز ہے تری یاد ہی تو نیاز ہے
 بڑی سہل ہے تری بندگی تری شان جل جلالہ
 ترے فضل نے یہ پتا دیا، ترے لطف نے یہ بتا دیا
 مری بے بسی نہیں بے بسی تری شان جل جلالہ
 مجھے اپنے رنگ پہ نیاز ہے، مری زلیست صرف نیاز ہے
 جو تری خوشی وہ مری خوشی تری شان جل جلالہ

نعت شریف

ورواں پہ جو خود اپنا حال بن کے آگئے
 سلام ان پہ جو کرم حصال بن کے آگئے
 شفاعتوں کا تاج فرق پاک پر دھری ہوئے
 حضور کر دگار میں سوال بن کے آگئے
 جو چھائی تھیں جہاں پہ ظلمتیں کمال کفر کی
 فضا کے دہر پر مہ کمال بن کے آگئے
 جو چاہتے تھے دیکھنا خود اپنی جلوہ تابیاں
 خود آپ اپنی آپ ہی مثال بن کے آگئے
 رہے نہ کس طرح بھلا دلوں میں آگ عشق کی
 نگاہ شوق کے لئے جمال بن کے آگئے
 یہی وہ سلسلہ ہے جس میں کوئی لاگ ہی نہ تھی
 وہ عبد و کر دگار کا وصال بن کے آگئے
 رہے کرم کہ منعمی کا سر اٹھے گا کیا بھلا
 وہ شاہ تھے مگر شکستہ حال بن کے آگئے



(۱)

یہ موج شوق ہے خود کو انہیں موجوں میں بہنے دے
 جبیں عجز کو تازہ نگہ سجدے میں رہنے دے
 نہ چونکا مجھ کو میری بے خودی سے پوچھنے والے
 جو منتا ہوں تو ستنے دے جو کہتا ہوں تو کہنے دے
 ارے اے چارہ گر یہ دل کی بے تابی غنیمت ہے
 میں جس عالم میں ہوں مجھ کو اسی عالم میں رہنے دے
 کسی کی بزم میں جاتا تو ہوں لغزیدہ لغزیدہ
 مزہ جب ہے یہ مدہوشی نہ کہنے دے نہ سننے دے
 غم جوش تنہا بھی غم ترک تنہا بھی
 مجھے وہ غم بھی سننے دے مجھے یہ غم بھی سننے دے
 مری کشتی کو حاجت ہے نہ طوفاں کی نہ ساحل کی
 نہ ان موجوں میں بہنے دے نہ ان موجوں میں بہنے دے
 بٹوں کی انجمن میں جتہ و دستار کا قصہ
 خدا کے واسطے ہزاروں باتوں کو رہنے دے

(۲)

وہ فغانِ نیم شب ہو کہ ہو آہ صبح کا ہی
 دل مبتلا ہے روشن ترے غم کی بے پناہی
 ترے رُخ کا آئینہ ہے ترا پر تو ادا ہے
 یہ مکان ماہِ واختم یہ جہان مرغِ و ماہی
 کوئی آج تک نہ سمجھا مری بے بسی کا عالم
 تری رحمتوں میں گم ہے مرا عذرِ بے گناہی
 مری عاشقی کا عالم تری یاد اور ترا غم
 یہی میری بے ثوائی یہی میری بادشاہی
 تجھے کرہی میں ظاہر تری بے نشانیاں بھی
 تجھے پانہ جائے اکدن انھیں منزلوں میں رہی
 نہ حرم سے کام رکھانہ تو بتکدہ سے میں نے
 وہیں سر جھکا دیا ہو جہاں دل نے دی گواہی
 میری منزلوں کا عالم کوئی میرے دل کو پوچھے
 کبھی ہر طرف سکون ہے کبھی ہر طرف تباہی
 میری خلوت انجمن ہو نہیں دشت یہ تھین ہے
 مجھے کیا دکھارہا ہے مرا ذوقِ خوش نگاہی

تری جلو توں میں اکثر یہی سوچتی ہے دنیا

کسے ڈھونڈھتی ہے ہر برسوں تری شان کھلا ہی

رہے تاجہ حشر قائم دلِ مقبلا کا عالم

رہے تاجہ بد سلامت ترے غم کی بادشاہی

یہ جبین کا داغِ سجدہ کوئی اور شے نہیں ہے

سربندگی ہے روشن یہ چراغِ خانقاہی



(۲۴)

بحرِ دُنیا کیوں گہمتی ہے کہ ہم دیوانے ہیں
 بات تو اتنی سی ہے، خبر سے ہم بیگانے ہیں
 اچھی چنی آگ میں سب سے بدتر آگیا، اہلِ دل
 نکتہ سے پہلے، دلِ حریف پر دھنڑے کی پروا نہ ہے
 ہوش میں سب کی نظر اٹھائے ہیں اہلِ سیکرہ
 سن تو سارے کی تنہا ہے وہی مستانے ہیں
 اپنے دل کا گوشہ گوشہ دیکھ لیں اہلِ غلطہ
 کیا جہاں پر بُت نظر آئیں وہی تجھانے ہیں
 روح کی کیفیتیں ہیں گم ہے میری زندگی
 اس کو کیا سمجھیں گے وہ جو ہوش سے بیگانے ہیں
 میری چشمِ غم میں بھی ہے میری ہی رُو و اُثرِ حق
 اس نگاہِ ناز میں بھی میرے ہی افسانے ہیں
 ہم تو اسے بہتراد ہیں بس اپنے ساتی کے غلام
 یوں تو ساتی بھی بہت سے ہیں بہت میخانے ہیں

(۴۴)

غمِ دل تو افتاد ہے اور کیا ہے
 گرز بست بر باد ہے اور کیا ہے
 یہی چپکے چپکے مرے اشک بہنا
 خموش ایک فریاد ہے اور کیا ہے
 تیرے نہ بھولی وہ اول نگاہی
 وہی ایک افتاد ہے اور کیا ہے
 تناسے پڑ ہو گیا گوشہ گر شر
 اسی سے دل آباد ہے اور کیا ہے
 ہمیں تو بہارِ چین ہی سنے مارا
 یہی رنگِ صیاد ہے اور کیا ہے
 کھیلے لب تو گویا کالی مسکرائی
 یہی حسنِ ارشاد ہے اور کیا ہے
 تصور مگر شہرِ طہ ہے دیکھئے تو
 یہی نقشِ بہزاد ہے اور کیا ہے

(۵)

منزل نگاہِ شوق کو اب تک ملی نہیں

جس دن سے چل رہی ہو یہ کشتِ بختی نہیں

سجدے بھی کر چکا ہوں دعائیں بھی کر چکا

لیکن جنوںِ عشق میں کوئی کمی نہیں

میں ہوں گناہ گار محبت کا کیا قصور

میں نے نظر اٹھائی نظر خود اٹھتی نہیں

تیرے قدم پہ ہے جو مرا سر ٹھککا ہوا

ساتی یہ عین ہوش ہے یہ بے بخودی نہیں

مجھ کو خوشی نہ دے مجھے غم دے نگاہِ لطف

کیا اس کا اعتبار ابھی ہے ابھی نہیں

مجھ بادیہ نشیں کو نہ پوچھا یہ کیا کیا

اے جانِ اچھن تری بھٹل جہی نہیں

ہزار تلخیوں کو نہیں دیکھتے ہیں وہ

رونا ہے زندگی کا یہ بیری سنسی نہیں



(۶)

حسن و لذت کی بجز اس کے کوئی شرح نہیں
 یہ تھا شائے کہاں ہے وہ تما شائے یقیں
 جام دینا ہو تو بے جام نہ دینا ہو نہ دے
 ہوش کی بات تو یہ ہے کہ بجھے ہوش نہیں
 ہائے دنیا کے محبت ترا عالم کیا ہے
 نہ ستارے ہیں نہ ذرے نہ فلک ہے نہ زمیں
 ترے کوچے کو بھلا چھوڑ کے جاؤں میں کہاں
 صبح کعبہ بھی ہیں شام کلبا بھی ہیں
 ویرانہ شرق کی تسکین کے سامان ہیں ہزار
 تیرے اک رنگ سے پاتا ہوں دو عالم رنگیں
 کیوں کہی تھی سی نظر آتی ہے دنیا مجھ کو
 میرے عالم کو نہ پوچھو نہ گناں ہے نہ یقیں
 مہراج طوفان سے یہ تہراؤ کیا کیسا اندیشہ
 میری کشتی نظر آئے گی ساحل کے قریں

(۶)

رہ رہوں مگر ایسا رہرو اپنا ہی نشان معلوم نہیں

آیا ہوں کہاں سے علم نہیں جاتا ہوں کہاں معلوم نہیں

سرسبز بہاروں میں پھسکر غنچے بھی کھلے کھیاں کھنچیں

جیسے کہ نگاہ گلشن کو اندازِ خسرو معلوم نہیں

جب عشق کا دامن ہاتھ میں تھا اب شوق کا دامن ہاتھ میں

جب تو دوزیاں کا علم تو تھا، اب سودو زیاں معلوم نہیں

انجام سے دل ہے بیگانہ، موجوں کی کشاکش میں گم ہوں

طوفان کے ویسے سے کشتی پو پوچی ہے کہاں معلوم نہیں

مننے کے لئے جتنے تاب سے ہیں جواہلِ خرد ہیں اہلِ نظر

کہتا ہوں تو کیوں رک جاتی ہے رورہ کے زباں معلوم نہیں

دور از ہیں میری ہستی کے اک تیرا وصل اک فرقت

اک رازِ بھان کا علم تو ہے اک رازِ بھان معلوم نہیں

ہزارا تو ہوں پرورد نہیں مے نوش نہیں مے خوار نہیں

کیوں آیا ترے میخانے میں اسے پیرنیاں معلوم نہیں



مری دہر وہی بھئی عجیب ہے کہ بدل رہا ہوں میں دم بدم
 کبھی بڑھ رہا ہوں مثال رو کبھی چل رہا ہوں قدم قدم
 کبھی سوئے دہر میں ہوں رواں کبھی ہوں رواں میں سوئے دہر
 کبھی رٹ رہا ہوں خدا خدا، کبھی بہہ رہا ہوں شہر صہنم
 تہ ہے لطف دور کی یاد میں کہیں لطف و حلا میں کم نہ ہو
 اسی واسطے بڑھا اس طرف کبھی اک قدم بھئی رو تہ دم
 تری زندگی تری یاد ہے مری روح اس میں بھئی شاد ہے
 ہر کے پنج دشا م تو کھو گئے ترے زلف و رخسار کے ہر کے ہر کے
 تری چشم مست وہ جام ہے کہ نہ پیا جس کا حرام ہے
 تری یاد میں نہاڑ ہے ترا کنسروں میں ہے تری کما قسم
 نہیں اس کو کوئی زوال ہے یہ دو ماہ ادب کمال ہے
 یہ جو تو نے داغ ام و پاستہ مر کے لئے یہی مشتہم
 میر مقصد غم زندگی ہے تری یاد صفا ہے تری خوشی
 نہ تری جفا، نہ تری دغا، نہ ترا ستم، نہ ترا کرم

(۹)

جبینِ شوق پھر امیں جہاں جہاں لے کر
 وہاں وہاں وہ گئے اپنا آستان لے کر
 نہ گڑھی کا خطر ہے نہ پیچ و خم کا خیال
 گذر رہا ہوں میں خود اپنا کارواں لے کر
 سناؤں تجھ کو میں کیا بے زبانیوں کی قسم
 میں تیری بزم میں آیا نہیں زباں لے کر
 کسی طرح سے پہنچ لیں گے تابہ منزلِ شوق
 چلے ہیں ساتھ میں ہم دل سارا ز داں لے کر
 کمالِ ہوش پہ غالب رہا شعور کا رنگ
 حدِ یقین سے گذرنا پڑا لگاں لے کر
 پہنچ گیا میں اکیلا ہی تابہ منزلِ شوق
 وہ رد گئے کہ جو نکلے تھے کارواں لے کر
 ترے نشانہ کہ ناکام چشمِ شوق رہی
 نقاب اُٹھئی تو حجابوں کو درمیاں لے کر
 یہاں تو صورتِ تصویر میں سمجھی بہت زبرد
 اُسٹے گے کون بھلا نقشِ جاوداں لے کر

(۱۰)

پی تو لی بے خودی نہیں جاتی
 ہم سے تو بات کی نہیں جاتی
 سجدے لاکھوں ادا کئے لیکن
 حسرتِ بندگی نہیں جاتی
 لاکھ مختاریاں ملیں لیکن
 پھر بھی یہ بے بسی نہیں جاتی
 اٹھ ہی جاتی ہیں ہر طرف نظریں
 دل کی یہ دل لگی نہیں جاتی
 ہر ادا پر ہے عالمِ صمدِ حال
 عشق کی سادگی نہیں جاتی
 نگہِ لطافت بھی رہی بے سود
 دل کی وارفتگی نہیں جاتی
 ہم اسی حال میں ہیں اسے بہرِ آد
 خلشِ دائمی نہیں جاتی

(۱۱)

مے خانے میں ہر جانب ہونے لگی رُسوائی
 ساقی یہ ملا ہم کو انعام شکیبائی
 مرستہ ہوں کہ محفل میں کوئی بھی نہیں باقی
 دُنیا سے زالی ہے یہ انجمن آرائی
 اسے راہ روی مجھ کو وہ در ہی نہیں ملتا
 مقصود دل و جاں ہے جس در کی جہیں ساقی
 بادِ محسبِ گلشنِ تنہا بدایاں تھی
 کھیلوں کے تبسم میں گم ہو گیا سودائی
 اک اہل بصیرت نے یہ راز کہا مجھ سے
 خاکِ قدیم جاناں ہے سُرورِ مینائی
 یکساں ہے ہر صورت اک مست تماشا کو
 وہ یار کی محفل ہو یا گوشہ تنہائی
 اسے نقشِ قدم واسے بلبلِ کرم فرما
 ہر گام پہ جھٹکتا ہے مجبور جہیں ساقی
 جلوہ نما سے نہیں مطلب صورتِ سیک نہیں مطلب
 یہ کس کی تمنا میں کیو یا ہے تمنا
 ہزارِ حسرتیں نجد پر یہ راز کھلا آخر
 خود میں ہو شورش ہوں خود میں ہی تماشا

(۱۲)

پیری پر بے خودی شوقِ قابلِ احترام ہے

پردہ نشین بجا نہیں مگر ہوشِ کمال کا اہتمام ہے

اس کے شمار جائیے جس کی نظر کا کام ہے

ورنہ مجھے کہاں تھا عشقِ بادہ بغیرِ جام ہے

روسے حبیب پر منتشر گیسو کے ناز ہیں کیوں

کوئی کہے گا صبح ہے کوئی کہے گا شام ہے

پیری نظر کے روبرو اٹھتی جو نہی نقابِ دوست

کون و مکان سمجھ گئے عشق کا کیا مقام ہے

پردہ نشین بے نشان ترسے حجاب کی قسم

تجھ کو عیاں ہی دیکھنا میری نظر کا کام ہے

سے کی ہے یاد اسی طرح تو بہ فضول ہی ہوئی

دل کی شکستگی میں بھی رنگِ شکستِ جام ہے

رُنج سے نقاب اٹھائے آپ لفتِ بدش آئیے

صبح بھی ناتمام ہے شام بھی ناتمام ہے

زادِ بخشک کیا کرے، رہ نہ خراب کیا کرے

جبکہ دورِ نگینی حیات ایک نظر کا کام ہے

بارِ صبا کا رنگ بھی آبِ رواں کا ڈھنگ بھی

آپ کے اک خرام ہیں عالمِ حمدِ خرام ہے

(۱۳)

نہ صورت اور نہ جلوہ دیکھنا ہے
 نگاہوں کا تماشا دیکھنا ہے
 ابھی تو منزل ہجرت میں گم ہوں
 ابھی کیا جائے کیا کیا دیکھنا ہے
 کئے دیتے ہو دوعالم کو بے خود
 تمہارا بھی یہ اچھا دیکھنا ہے
 جو خلوت ہے وہی جلوت ہر ناداں
 سب کس کا تماشا دیکھنا ہے
 دہائی پیر میخانہ دہائی
 صنم خانے میں کعبہ دیکھنا ہے
 ادھر میں ہوں ادھر وہ جلوہ آرا
 کہ نظر کھینچتی دُنیادیکھنا ہے
 اٹھاؤں کس طرح ہزارہ ساغر
 مجھے ساقی کا نشا دیکھنا ہے

(۱۴)

ز گس ہمار ہے میری طرح
 حسرت دیدار ہے میری طرح
 میں تو پی لیتا ہوں ان آنکھوں سے
 کون بادہ خوار ہے میری طرح
 چٹا گئی کیا شامِ فرقت ہر طرف
 کل جہاں پیدا ہے میری طرح
 جانچ لو محفل کا عالم دیکھ کر
 کس کو تم سے پیار ہے میری طرح
 میرا عالم میری مستی ہے عیاں
 کون سجدہ بار ہے میری طرح
 آستانِ یار سے مس ہوتے ہی
 سر مرا سرشار ہے میری طرح
 کیوں ہے اسے بہزاد ساقی کی پکار
 کیا کوئی مئے خوار ہے میری طرح

(۱۵)

قدم قدم میں خلوتیں، قدم قدم ہے انجن
 نظر کے باب میں مجھے نہ سوزِ ظن نہ حسِ ظن
 گذرے اے ذروں سے بچائے اپنا پیر
 ہے دشت سے ڈرا ڈرا فریب خوردہ چمن
 یہ اک تبسمِ خفی جو ہے بوں پہ موجِ زن
 ہی ہے تیری سادگی ہی ہے تیرا بانگین
 اسے کمال سے غرض اسے شال سے غرض
 ترے یقیں سے دور ہے گمانِ شیخ و برہن
 فضا بھی ہے بہار بھی، نسیمِ مشک بار بھی
 مگر یہ دیکھتی ہے کیوں تجھی کو چشمِ یاسمن
 کجا ایاں و غمزہ نوی کجا یہ راہِ دگر ہی
 فریبِ بُت میں آگئی مگر نگاہِ کوکبن
 وہاں بھی میں، سیرِ تھا یہاں بھی پائے بند ہوں
 نفس سے کم نہیں ہے یہ حصارِ بندی چمن
 یہ کوہِ عشق کا مٹا بھی کس کوئی محال تھا
 مگر بدل گیا تھا خود مزاجِ وزنگ کوکبن

(۱۶)

وہ جو بزم میں اپنی ہو کے جاوہ گر آئے
 ہم کو دیکھنا یہ ہے ہم کے نظر آئے
 حسن بھی تماشا ہے عشق بھی تماشا ہے
 چاہتے ہیں یہ دونوں کوئی دیدہ ور آئے
 ایک رنگبستی میں ایک دوربستی میں
 تم تمہیں نظر آئے ہم تمہیں نظر آئے
 کیا ہمارے عالم ہیں انقلاب ممکن ہے
 شام کس لے آئے کس لے صبح آئے
 کیا نہیں کو تو رہسریچ و خم سمجھتا ہے
 دیکھ اپنی منزل پر ہو کے ہم کدھر آئے
 چھائیں دو عالم پر نیم سستیاں تو بہ
 کس کی یہ تمنا کتنی زلف تا کر آئے
 اس فصول کا اسے بہزاد راز کون سمجھے گا
 جب بھی وہ نظر آئے سب کو ہم نظر آئے

(۱۶)

ہم تو سُنتے ہیں تم بے نشاں ہو
 پھر یہ کیا بات ہے کیوں غیاں ہو
 پھر تو جلتے کا ڈر ہی نہیں ہے
 بجلیوں میں اگر آشیاں ہو
 ان کو احوال کیوں کر سنائے
 وہ کرے کیا کہ جو بے زباں ہو
 آؤ آنکھوں میں تم کو بٹھاؤں
 تم تو دل میں مرے یہماں ہو
 تم کو سجدہ کریں کیوں نہ میکش
 تم ہی تو مرشد میکشاں ہو
 کوئی کیوں کر حقیقت کو پائے
 جب کہ ہر سمت سُورِ گماں ہو
 تم کو حاصل ہیں ساری مُردیں
 ہائے بہزاد تم کیوں تپاں ہو

(۱۸)

منور ہیں فضا میں پر کیفیت ہیں نظار سے
 ہر ہر قدم پہ لہزش ہر ہر قدم ہمارے
 طوفان کہہ رہا ہے موجیں بتا رہی ہیں
 یا ہم ہیں اس کنارے یا ہم ہیں اس کنارے
 ناکامیوں کے پوچھو بادیوں کے پوچھو
 ہم کو خبر نہیں ہے کس نے کئے اشارے
 یوں تو نہ آسکیں گی قسا بویں یہ ہوا میں
 یا تم بنو ہمارے یا ہم بنیں تمہارے
 دیر و حرم کے آگے کیا کوئی اور در ہے
 بول اسے جبینِ اُلفت سجدے کہاں گزارے
 اُن کے کرم کے صدقے ان کی عطا کے قرباں
 دامن میں آگئے ہیں کچھ بچوں کچھ شرارے
 بہزاد کیا بتائیں قسمت دکھا رہی ہے
 دیکھتے ہوئے مناظر سمجھتے ہوئے نظارے

(۱۹)

گم پیرے ارماں گم میری حسرت
 ہائے محبت، ہائے محبت
 میرا ٹھکانا کوئی نہیں ہے
 میں تو ہوں اک آوارہ قسمت
 تیرا ہی چہرہ تیری ہی زلفیں
 صبح محبت، شام محبت
 میری یہ حالت کس کے تصدیق
 میرا یہ عالم کس کی بدولت
 آنکھ میں مستی، لب پر بے ستم
 آپ تو بن کر آئے قیامت
 کیئے تو اپنا حال سنا دوں
 مجھ کو لگیا میں دل کی حکایت
 راز نہ تم بہزاد یہ سمجھے
 عشق ہے کل عالم کی حقیقت

(۲۰)

یوں شمع سے کہنے لگا دیوانہ کسی کا

تو شمع کسی کی ہے میں پر دانہ کسی کا

ستارہوں کہ چھایا ہو فضا کے دو چہار

اک نفسِ سرہ یا پیرِ حسنم خانہ کسی کا

معاقدِ کہ چھپڑوں دلِ مضطر کی کہانی

یہ کیا کہ میں کہنے لگا افسانہ کسی کا

یہ کہ ہو کہ شیشے سے اڑی جاتی ہے صہبا

کیا ہوش میں آنے لگا ستانہ کسی کا

مخمل کا یہ عالم ہے کہ پرانہ ہو جیسے

آیا ہے کچھ اس شان سو دیوانہ کسی کا

مستی سرِ مستی ہے کسی تھا حبیبِ دل کی

بیگانہ بہ بیگانہ ہے پیمانا کسی کا

ہزار دعا دیتے ہیں ہم زندہ صبو جی

تا شہرِ سلامت رہے سینا نہ کسی کا

(۲۱)

زہ کے بندہ نوازی پھر بشر کی آزمائش ہے
 یہ تیرا رنگ بے رنگی نظر کی آزمائش ہے
 چلا جاتا ہوں بیچ و خم سمجھتا راہِ اُلفت کے
 مجھے منزل سے کیا ہے راہر کی آزمائش ہے
 ترے رُخ پر ہوانے آج یوں گیسو جو بکھرا ہے
 مرے صدقے میں یہ شام و سحر کی آزمائش ہے
 مرے سینے میں اُٹھا ہے جو طوفاں دردِ بہیم کا
 فغاں کا امتحاں ہے یا اثر کی آزمائش ہے
 مجھے منظور ہر ٹھوکر، مجھے منظور ہر زحمت
 زہ ہے قسمت مرے ذوقِ سفر کی آزمائش ہے
 وہ یہ سمجھے مرے تیروں سے اسکا جی نہیں بھرتا
 میں یہ سمجھا مرے قلب و جگر کی آزمائش ہے
 تم اسے ہزار دیکوں سکتہ میں ہو کیا بات ہے آخر
 فسونِ جلوہ ہی ہر دیدہ و رک کی آزمائش ہے

(۲۲)

نچنکا جاتا ہوں یہ کیا شے پلائی

دہائی ہے مرے ساقی دہائی

اگر تجھ میں کوئی خوبی نہیں ہے

فدا ہوتی ہے کیوں تجھ پر خدائی

بندھی ہے اس یا گم ہو گیا میں

بہر صورت تمنا مرگرائی

خیالوں میں وہ اب رہنے لگے ہیں

خدا حافظ غم دردِ جدائی

مری منزل کہاں ہے یہ بتا دو

کسی نے آج تک منزل نہ پائی

پریشاں ہو رہے ہیں بزمِ واسے

تمہیں لازم ہے اب تو رو نہائی

محبت کو میں اپنی جانست تھا

مگر بسزاؤ یہ نیکلی پرانی

(۲۳)

کچھ نہ ہونے پر بھی اس کو جلوہ گر دیکھا کئے
واہ رے ذوقِ نظر اہلِ نظر دیکھا کئے

جو شرابی تھے انھوں نے جام بڑھکر سے سے
اورے کشِ صرفِ ساقی کی نظر دیکھا کئے

ان کی اک ادنیٰ منہی سے دونوں عالم ہنس پڑے
اُن یہ نظارہ جسے اہلِ نظر دیکھا کئے

ایک جلوے کی نہیں پابند چشمِ اشتیاق
دیکھنے والے تماشا کے نظر دیکھا کئے

مچلی مچلی، بہکی بہکی، کھوئی کھوئی، بے حجاب
سینکڑوں عالم میں اک ان کی نظر دیکھا کئے

جس نے دل بوٹا، سکوں بوٹا، محبت بوٹا
وہ نظر، ہاں وہ نظر، ہاں وہ نظر دیکھا کئے

کیا خبر ہم کب چلے، کب ہم کو منزل مل گئی
ہم تو اسے ہزار دریاں کی نظر دیکھا کئے



(۲۴)

محبت میں کچھ کفر و ایمان نہیں ہے
کلی کون سی کوئے جانان نہیں ہے

سلامت رہے ان کے جلووں کی بارش
نگاہوں کا عالم پریشاں نہیں ہے

جبیں اسے جہیں آگیا کوئے جانان
یہاں بے نیازی کا اسکاں نہیں ہے

یہ آئندہ تو ہے عکسِ صبحِ ثمت
یہ تبسیرِ خوابِ پریشاں نہیں ہے

تھی جامِ اک سیکدے میں ہوں میں ہی
یہ کیا ہے بوساقتی کا احساں نہیں ہے

یہ راز ایک رہبر نے مجھ کو بتلایا
وہ منزل ہے آساں جو آساں نہیں ہے

میں ہزاروں کیوں خود کو کافر سمجھ لوں
ان آنکھوں میں کیا میرا ایمان نہیں ہے



(۲۵)

مارا ہوا ہوں اک جگرِ نسیم باز کا

بھولا ہوا ہوں رنگِ جہانِ مجاز کا
میں ہو گیا خموش تو محفل بھی ہر خموش

ادنیٰ سارنگ ہے یہ سیرِ سوز و ساز کا
کہد تو میں سجدِ محبت بکھیر دوں

کیا دیکھنا ہے ذوقِ جبینِ نیاز کا
گیسہ کر اپنے دیکھ رہے ہیں وہ کیوں بھلا

یہ بھی تو عکس ہے مری شمعِ دراز کا
وہ آگے نقاب اٹھائے بعد ادا

شاید کہ وقت آگیا دل کی نماز کا
میں ہوں کہ بیقرار ہوں دل ہو کہ مضرب

شاید ادھر ہی رُخ ہے تری چشمِ ناز کا
ہزار جس کی آنکھ میں جادو ہو کثر ہے
دامن ہے ہاتھ میں اسی بندہ نواز کا

(۲۶)

تم کو معاوم نہیں ہے میرا عالم کیا ہے

کون سے غم میں گرفتار ہوں میں غم کیا ہے

آج تو صرف ان آنکھوں نے پانی ہو گئے

آج کیا بات ہے اسے لغزش پہم کیا ہے

بے خودی کا مجھے الزام نہ ملے لے سکتی

تجھ کو بھی آنکھیں خبر ہے میرا عالم کیا ہے

بکھرا کچھ نظر آتا ہے تراش عالم کیوں

پتھر تو تبتلا ہو گئے اسے گیسو کے پتھر کیا ہے

آہ اک آئی ہے لب تک میں سے کیا تجھوں

دل سے میں پوچھ رہا ہوں مگر عدم کیا ہے

اہل کشتن نے اسے راز میں رکھا شاید

گھل کر کیوں عالم نہیں حسرت شبنم کیا ہے

وہ بھی حائل میں بیٹھے دل کی تباہی ہو گئے

اب تو بہتر ادا بتا دے کہ جیتے غم کیا ہے

(۲۶)

سب ہوش کی انجمن ہے ساقی سحر و جادو کی ہے تو جام بھی ہے
 جب سے کہ ہمارے ہوش کئے تسخیر بھی ہے آراہم بھی ہے
 اک نور کی ہے سب نیلگی وہ برق پر یا تنویر ہے
 ہم عشق کہیں تم تھن کو بی نام بھی ہے وہ نام بھی ہے
 رحمت پر نگاہیں ہیں سب کی بندہ کے تو بس میں کچھ بھی نہیں
 اس بندہ نوازی کے صدقے تعزیر بھی ہے اکرام بھی ہے
 کیا جانے حقیقت ہے کہ کہاں اک عشق کا مارا کشتاں
 اک آہ سر آئناز بھی ہے اک آہ سر انجم بھی ہے
 رحمت کے سوا تو اور ہے کیسے اسے ناز کہاں یہ راز بتا
 ہر سانس ترا انعام بھی ہے ہر سانس ترا پیغام بھی ہے
 میخانے کا غم کیا کہتا ہے رند کی مستی ہی باقی
 یک لخت نسیم و رخ بادہ بھی ہے یک لخت فروغ و شمع بھی ہے
 اک نیم نگاہی کے تیسری دنیا ہی بدل دی ہے دل کی
 باہوش بھی ہے بیہوش بھی ہے خوش کام بھی ہے بے نام بھی ہے
 اک جام بہ ترک ہوش بھی، اک جام بہ قید ہوش بھی
 ساقی کی نگاہوں میں، قندیں کچھ کفر بھی کچھ سلام بھی ہے
 اک سمت تصوف کی باتیں، اک سمت محبت کی کھاتیں
 ہزار حسرتوں کا کیا کہن مشہور بھی ہے بدنام بھی ہے

(۲۱۵)

ترسے سیکشوں کو ہے ساقیا ترسے رنگ سے تری آرزو
 کبھی رقت ہے کبھی وجد ہے کبھی مستیاں کبھی ہاؤ ہو
 ترسے کے کہہ کی دور نگیاں ہیں یہ کیسی ساقی نیک خو
 کوئی کہہ رہا ہے کہ چھک چکا کوئی کہہ رہا ہے سب سب
 جو ہے بے خودی وہی ہوش ہے جو سکون ہو وہی جوش ہے
 ترسے در پہ سچہ سنے کیوں کروں کبھی بے وضو کبھی با وضو
 ترا عشق اب مجھے راس ہے کہ زباں بہ نگر و سپاس ہے
 تو ہی اس طرف تو ہی اس طرف تو ہی سامنے تو ہی چار سو
 یہ آہانِ بزمِ جہاں کی ہیں عجب کرمشہدِ منسا لیاں
 کہ جو آنکھ سے ہے چھپا ہوا وہی ہے نگاہ کے روبرو
 یہ عجیب رنگسب زباناں بہت کہ فنا نہ جان فنا نہ ہے
 کہیں عشق ہے کہیں حسن ہے کہیں ہیں ہی میں کہیں تو ہی تر
 جو نسا نہ ہے وہ سر تاج ہے جو نیاز ہے وہی راز ہے
 وہی حسن ہے وہی صورت ہے وہی عشق ہے وہی آرزو

خوشی و غم و ہنس و رنج و کھنکھار و گھٹکھٹک
 ہنس و ہنس و ہنس و ہنس و ہنس و ہنس

(۲۹)

قدم قدم تری محفل قدم قدم تو ہے
 نفس نفس ترا جلوہ ہے و بدم تو ہے
 اسی کو کہتے ہیں منزل یہ بات راز کی ہے
 جہاں کو ایک قدم میں ہوں کہ قدم تو ہے
 یہ تو نہیں ہو مری جان لاجرم میں ہوں
 یہ میں نہیں ہوں مری جان لاجرم تو ہے
 جبین شوق کا مقصود سنگ در ہے ترا
 مرے لئے تو میرا دیر تو حسد تو ہے
 ہزار رنگ کے جلوے جو دیکھتی ہے نظر
 نگاہ شوق کا مقصد تری قسم تو ہے
 جی بھی قیاس کی منزل سے میں پلٹ آیا
 مری نگاہ نے دیکھا کہ ہر قدم تو ہے
 زمانہ کہتا ہے ہزاروں بے نوا مجھ کو
 میں ہوں گدا سے محبت مرا بھرم تو ہے

(۱۲۰)

میرا عالم عیاں نہ ہو جائے
 بے زُباقی زُباں نہ ہو جائے
 بے رخی سے مجھے ہے دُراٹنا
 علم کہیں رائیگاں نہ ہو جائے
 ان سے کہہ دو چھپے تو ہو لیکن
 بے نشانی نشان نہ ہو جائے
 بڑھتا جاتا ہے بندگی کا ذوق
 خود جہیں آستان نہ ہو جائے
 دمِ رخصت میں کس طرح دیکھیں
 یہ نظر داستان نہ ہو جائے
 رہ نہ بنتا نہیں ہے وہ جس کو
 عشق پیرنغاں نہ ہو جائے
 اس کے ہزارا دیہ ترا تقویٰ
 نذر کوئے بتاں نہ ہو جائے

(۳۹)

اسے عشق یہاں مہر سو بک نور پرستا ہے
 یہ کون سی منزل ہے یہ کون سا رستہ
 ہم اس کی تمنا میں جا ہیں تو کہاں جا ہیں
 جو آنکھ میں رہتا ہے جو قلب میں بستہ ہے
 کہتی ہے جسے دنیا غم آن کی تمنا کا
 بازارِ محبت میں سودا ہی سستا ہے
 دنیا کے محبت میں ہم نے تو ہی دیکھا
 یا تو کوئی روتا ہے یا تو کوئی ہنستا ہے
 جو عشق کی منزل برائیاں کی بھی منزل ہے
 اس تک تو پہنچنے کا بس ایک ہی رستہ ہے
 میخانے پہ چھایا ہے میخاروں پہ چھایا ہے
 ساتی تری آنکھوں کو جو کینٹ پرستا ہے
 تم سامنے آ کر بھی بے پردہ نہیں ہوتے
 ہزار ترست تھا ہزار ترستا ہے

(۳۲)

نہ ہے رہنمائی و تہدیب اُنڈے زہر سے زہر ہے عاشقانہ

مراد دل و دماغ، مرا غم غم زمانہ
نہ ہے رہنمائی و تہدیب اُنڈے عشق کا فسانہ

کبھی تھک گیا مرا سحر کبھی اُن کا آستانہ
مرے وقت کی کہانی مرے شوق کا فسانہ

یہ درد صبح گاہی یہ منہ ساز پنجگانہ
تس آوار ہوں تشریب و چراہچہ ہیں نظریں

یہ وفا بھی واپس مانہ وہ جتنا بھی واپس مانہ
مرتا ہو کر کچھ غم مری رہی منہ دیکھنا

ہیں چہاں بھی جا سکے پہنچا دیں آگیاں زمانہ
یہ تہدیب سے تہدیب زبان سے زبانی

کبھی جتنا گئی تہدیب، کبھی کہہ گئی فسانہ
یہ تہدیب سے تہدیب سے تہدیب سے تہدیب

نہ ہے تہدیب سے تہدیب سے تہدیب سے تہدیب
نہ ہے تہدیب سے تہدیب سے تہدیب سے تہدیب

گیسوسے یاد کی قسم سارا جہاں ہے منتشر
 کیسی اثر پذیر ہے میری نغمان ہے اثر
 تیرے لئے ہے میرا دل تیرے لئے مری نظر
 یہ بھی ہے تیری رہ گزروہ بھی بر تیری رہ گزروہ
 کس کی ہیں یہ تجھ کیاں کون ہوا ہے جاوہ گر
 گم ہوں میں اپنے حال میں مجھ کو جہاں کی کیا خبر
 عیال و یثیم سے مادر ایہم و گماں سے مایوس
 راہِ خرد سے دور ہے میرے جنوں کی رہ گزروہ
 دیر و حرم کی گتھیاں میری سمجھ سے دور ہیں
 میری جبین شوق کو چاہتے تیرا سنگ در
 کیوں بڑھے جرات گماں اپنے کو صاف کر عیاں
 اٹھنے نہ دے نکاد کو جاوہ فگن اِدھر اُدھر
 کس کا گناں کہاں کا دہم کیسا جنوں کہاں کی فہم
 حسن کی بارگاہ میں عشق کی کھو گئی نظر

(۳۴۶)

عشق میں پند نام و رسم واد بن گئے
ہم تو ان آنکھوں کا نشا بن گئے
آنکھوں سے دل کی کدیاں کھینچتے
وہ بھی دن آیا تماشا بن گئے

ہم نے پیا تو اک آفت ہوا
ہم تو ساقی کا سہرا بن گئے
دنجن خلوت ہے، خلوت انجن
دیکھتے واسے تماشا بن گئے

اب کرے کیا میری چشم آرز
وہ تو ہر عالم کا پردہ بن گئے
ایک لحظہ بھی سکوں ہم کو نہیں
کیا خبر ہزار ہم کیا بن گئے

(۳۵)

بہا بنما دل تھم نہ رہا یہ ہے مال جستجو

نہ میں کسی کے روبرو نہ کوئی میرے روبرو

پچل رہی یہاں تھر تھر پڑ رہی ہے آرزو

مگر مرے کہاں میں ہے نہ شور نہ شر نہ باد ہو

اب اسکا پوچھنا ہی کیا ہوں میں کہاں ہوں تو

بیابان میں ہیں خوشیاں خوشیوں ہیں گفتگو

یہ ہوش ہے کہ چنوری ہر ایک تو ہوں قہر تو

زہن فضا سے میکرہ و رد حریفہ اور فضا ہو

حقیقتوں کی سادگی ہو یا کہاں کی شونیاں

کوئی تو دے کہ کوئی تو دے مجھے جواب نہ ہو

یہ عہد کے خدائے کہاں ہے حسن معتبر

بھٹک رہی ہے دیر سے مری نگہ چار سو

کسی کا شکر دے رہی ہے اور میری سجدہ ریز ہیں

زہن فضا سے میکرہ و رد حریفہ اور فضا ہو



(۳۶)

کریمہ ان دنوں دوست کہا بہ آئیں گے جہاں تک تیرے
 ابھی خیر ہو آخر قدم کپوں کے نظر آتے ہیں
 بہت دن کر چکے ہیں ہم تماشا کے نقشہ بازی
 مگر اب حکم ہوتا ہے تو ہم نقشہ بازی اٹھاتے ہیں
 نہ پیشہ سے در در پہنے دسے مرے اشک سر ہرنگاں
 بڑھنا دک ہیں یہ موتی یہ گر کر ٹوٹ جاتے ہیں
 نسبت نام ہے خسرو میوں کی کون سمجھتا گا
 جو منزل تک نہیں جاسکے وہی منزل کو پاسکے ہیں
 چین اندر چین کیا سب روش اندر روش کیا ہے
 کہیں پرکھوں رست ہیں گل کہیں مرجھائے جاتے ہیں
 جنوں کے راستے کیا ہیں، خرد کی منزلیں کیا ہیں
 محبت یہ بتا بہ کس لئے بھکا سئے جاتے ہیں
 کسی کی پیشانی زلال چہ بزدل ہم گم ہیں
 کہیں کچھ نشیمن سے ہیں کہیں کچھ ببول جاتے ہیں

(۴۶)

بند ہے آنکھ وہ رو برو ہے

کیا تصور کوئی ہے

میری حالت سے سب کچھ عیاں ہو

یہ خوشی ہے یا گشتِ بے

کس طرح دہریس سر جھکاؤں

اسے تشا تو ہی قبلہ رو ہے

ذوقِ صحرانوردی کروں کیسا

چوپیاں ہے وہی چار سو ہے

کس کے آگے نہ میں سر جھکاؤں

میں تو سب کو سمجھتا ہوں تو ہے

کوئی دشمن نہیں ہے کسی کا

اپنا انسان خود ہی عدد ہے

تم ہو یا جسکو نہ حسنِ عالم

کون ہزار کے رو برو ہے



(۳۸)

اب سب پر کہانی کوئی نہیں نظروں میں فسانہ کوئی نہیں
 تم نے تو مجھے وہ غم بخشا جس غم کا ٹھکانہ کوئی نہیں
 جب آگ لگے جب درد بڑھے جب ٹپس لگے خراب سانس گھٹے
 سر یاد کا موسم کوئی نہیں آہوں کا زمانہ کوئی نہیں
 ٹیبل کی نوا ہو یا میری، زاہد کی دُعا یا میکش کی
 جس میں کہ لہٹا را ذکر نہ ہو ایسا تو فسانہ کوئی نہیں
 اس بزم میں ہم کو باز نہیں، مجبور ہیں ہم مختار نہیں
 ہم ہوش میں ہوں یا مستی میں ملنے کا بہانہ کوئی نہیں
 بیگانگی دل نے ہم کو بیگانہ بنا لیا ہے سب سے
 اس بزم میں ہم یوں بیٹھے ہیں جیسے کہ بیگانہ کوئی نہیں
 شبہم کی تراوٹ سے پوچھو تاروں کی نگاروٹ کے چھپرے
 جزا آہ سر جزا لہ شب بڑ کیسے ترانہ کوئی نہیں
 ان مست نگاہوں کے نازک ہزار چلے اس شوخی سے
 کچھ تو نشانہ ہے دُنیا دیکھو تو نشانہ کوئی نہیں

(۲۵۹)

ہو کے تو زندگی عشق کو مشکل بنا

راہ کے ہر بیچ کو اپنے لئے منزل بنا
اللہ اندر اس نگاہ کی فتنہ سامانی کا رنگ

اک قدم پر دل مٹا اور ک قدم پر دل بنا
اور کیا بتا بھلا میں تیرے قرباں جا بیٹے

میں تر از تجب کر بی دیکھ کر ساکن بنا
اپنے ساتی کی نگاہوں بھی تھوڑی مانگے

میکدے میں بخودی کو زیست کا حاصل بنا
لپٹے ہی دل میں رکھنا تھا جس فطرت یہ راز

آج تک کوئی نہ سمجھا کون کس قباں پر
اور جہاد بھی کیا چند تھکے دے گیا

اک جنون عشق ہی بڑھ کر مزاج دل بنا
آج میں دہزن کی فضا کیا راہزن کا کیا قصہ
میں تو اسے بہزاد خود آورہ منزل بنا



(۱۰۰)

ناکام ہیں ہوں جگر، تو ہوں ناکام تمھارا

میں سحر اول بدنام ہے نہ نام تمھارا

کیا ابطہ نظروں ہی کا ہے چشمِ تمنا

نظریں جو ملیں مل گیا پیسہ نام تمھارا

ہم پرک تمنا کریں، تم ترکِ تماشا

یہ کام تمھارا ہے نہ یہ کام تمھارا

ہم اس طرح دنیا سے نہیں بچتے ہیں

جیسے ہمیں معلوم نہیں نام تمھارا

ہرگز کے پہنچنے کی کوئی راہ نہکانہ

منا ہے نشان کس لئے ہرگز نام تمھارا

اب رہ دو عالم ہے لگا ہوں کے مثال

تو نہیں کہ مجھ سے تھے اندام تمھارا

راحت کا نہ تھکنا نہ تھکنا نہ تھکنا نہ تھکنا

بہزاد تھکنا نہ تھکنا نہ تھکنا نہ تھکنا

(۴۱)

خبر نہ تھی تیری جستجو میں کشاکش رہ رہی ملے گی
 قدم قدم پر جبیں جھٹکے گی قدم قدم آگہی ملے گی
 تمہیں مبارک مرا تر پنا بٹھے مبارک تیرا حصہ جلو سے
 یہ دونوں عالم رہیں سلامت جہاں کو آسودگی ملے گی
 نہ ڈھونڈو نہ ہم کو نگاہ عام جہاں پہنچیں جہاں وہ ہیں
 جہاں بھی کھڑا ہوا ملے گا، افنا بھی کھو جائے گی
 ابھی نہ چھڑو ابھی نہ چھڑو ابھی تو ذوق طلب میں گم رہو
 یہ راز کیوں مجھ پر کھولتے ہو کہ اور مشکل ابھی ہے ر
 خرد کے دھوکے میں آ رہا ہوں جنوں دامن بچا رہا ہوں
 سمجھ رہا ہوں یقین میں پھنس کر سکون کی زندگی ملے گی
 ہمیں تو ہر ذرہ سیکدہ ہے کہ ہم تو زیر تیرے رند ساتی
 مگر کہاں ستیاں ملیں گی مگر کہاں بے خور رہی ملے گی
 گماں کے ہاتھوں خیر نہ ہو کہناں یہ دیوانے جا رہے ہیں
 کہیں نہ کہیں نہ بہت کدہ ہے نہ تو ان کی گلی ملے گی

(۴۲)

تصور ہم کو رہتا ہے غمناک
 اسی صورت سے کرتے ہیں گزارا
 ہمیں شکوہ ہے ذوقِ آرزو سے
 تمناؤں نے کیوں ہم کو ابھارا
 یہ ساحل جو نظر آتا ہے سناکت
 ہم اس طوفان کو سمجھتے ہیں ساہرا
 ترے نازک دلانِ عشق کم ہیں
 کیا ہے کیا کہ فی ہلکا اشارا
 نگاہِ ناز میں طوفانِ گریہ؟
 غمِ ہنسناں کو کردہ آشکارا
 ہم اپنے بس میں ہیں تو کچھ کہیں بھی
 ہمیں کیا ناگواری کیسا گوارا
 جسے تم پر سکون سا پار ہے ہو
 بھی تہزاد ہے آفت کا مارا

(۴۳)

طرف تراستی ہے میری طرفہ تر عالم میں ہوں
 بے تعلق ظرافتِ گل میں قطرہ شبنم میں ہوں
 میرا عالم پوچھتی کیا ہے نگاہِ چارہ گر
 اس نے جس عالم میں رکھا ہوا اسی عالم میں ہوں
 میرے عالم کا تاشاد کچتا تو ہے جہاں
 یہ نظر والے ہی سمجھیں گے کہ میں کس غم میں ہوں
 شام سے کرتا رہا میں صبح کا ماتم مگر
 صبح جب سے ہو گئی ہر شام کے ماتم میں ہوں
 اپنا مرکز بھول بیٹھی ہے مری حسدِ نگاہ
 میں اس سیرِ حلقہ نہ بخیر ہمیشہ دم میں ہوں
 چارہ گر آنکھوں سے میرے کیوں بڑتی حیرت تری
 درد جو رخصت ہو اس درد کے ماتم میں ہوں
 کیا خبر ہستناؤ مجھ کو اپنے گرد و پیش کی
 کس فضا میں آیا رہا ہوں کون کون سا میں ہوں

(۴۴)

ابھی تک وہی بات ہے اور کیا ہے
 وہی دن وہی رات ہے اور کیا ہے
 ادھر تم پریشاں، ادھر ہم پریشاں
 محبت یہی بات ہے اور کیا ہے
 نہ لپچھو، نہ لپچھو ہر کے دل کا عالم
 شکارِ عددِ آفات ہے اور کیا ہے
 جو ٹھہرا ہے پلوں پر اکا شکِ حسرت
 یہی غم کی سوغات ہے اور کیا ہے
 یہی سحر ہے سمجھا، یہی سحر ہے جانا
 محبت تری ذات ہے اور کیا ہے
 بابِ تبین یوں تو کچھ بھی نہیں ہے
 گلوں کی کرامات ہے اور کیا ہے
 یہ بہتر آدمی جو ہے بہت سیدھا سادہ
 یہ میرِ خرابات ہے اور کیا ہے



(۱۲۵)

اک سجدہ نیاز بہ ہر کام ہو گیا
 مژدہ جنونِ عشق ترا نام ہو گیا
 آنکھیں مٹی سکوں ملا آرام ہو گیا
 جب تم کو یاد کر لیا ہر کام ہو گیا
 تیرے نشانہ جائے اسے چشمِ آرزو
 نظارہ خود ہی بندہ بے دام ہو گیا
 تو بہ بھی برقرار ہے مستی بھی برقرار
 ساقی کی اک نظر سے بڑا کام ہو گیا
 انقصہ کش کش میں کٹی سے تمام غم
 آنکھیں کبھی بڑھتی کبھی آرام ہو گیا
 طوفان بن کے آنکھ میں آنسو ہاگر
 ٹپکا تو پھر سکون کا پیغام ہو گیا
 دنیا سمجھ رہی ہے کہ بہتر آدمی گئے
 میرا خیال ہے مجھے آرام ہو گیا

(۴۶)

آنکھ کس واسطے غم ہے مجھے معلوم نہیں
 دل کس بات کا غم ہے مجھے معلوم نہیں
 دل مرا کھیلتا رہتا ہے کسی شے سے مگر
 وہ خوشی ہے کہ اَلَم ہے مجھے معلوم نہیں
 رہ رہ راہِ تمنا ہوں میری منزلِ شوق
 تنگدہ ہے کہ حرم ہے مجھے معلوم نہیں
 اک مسلسل سی خلش ایک مسلسل سی رُپ
 زندگی کس کا کرم ہے مجھے معلوم نہیں
 یوں تو ہر شخص کے ہونٹوں پہنسی ہو لیکن
 کون بے گانہ غم ہے مجھے معلوم نہیں
 تم جو آئے تو مجھے کوئی بھی احساس نہیں
 دردِ افزوں ہو کہ کم ہے مجھے معلوم نہیں
 بے سبب تو نہیں ہزارا یہ خاموشی مجھی
 میرا کس کس پر بھرم ہے مجھے معلوم نہیں

(۴۶)

کس حال میں ہیں درد کے مار سے نہ پوچھیے
 ٹوٹیں گے آسمان سے سنا سے نہ پوچھیے
 تخریب ہی تو باعثِ تیسرے سیرت ہے
 صوفیاں کن گود میں ہیں کنارے نہ پوچھیے
 رہبر کی رہبری بھی نہ کچھ کام آسکی
 ٹوٹے ہیں کس طرح سے ہمارے نہ پوچھیے
 دامن کو دیکھ لیجے گریباں کو دیکھیے
 جیتے کہ جذبِ شوق سے ہمارے نہ پوچھیے
 ہم کیوں بھنور میں پھنس گئے اس کو نہ پوچھیے
 موبوں سے کیوں کٹے تھے اشارے نہ پوچھیے
 آنکھوں کو بند کرتے ہی ہم مست ہو گئے
 اب کون سامنے ہے ہمارے نہ پوچھیے
 ہزد کی یہ مستی پرہیز گو سے
 دامن میں پیدل ہیں کہ شرارے نہ پوچھیے

(۱۷۸)

مری کے فطرت حسن پرست کو نہیں ہے گراں کسی طور بھی
 ترا عشق بھی تیری یاد بھی، تیرا سلطنت بھی، ترا چور بھی
 نہ کتاب و ہم و گماں مجھے، نہ خیال و نطق و بیاں مجھے
 ترا عکس ہے ترا آئینہ ہے مری زندگی کا یہ دور بھی
 ترے ایک جام سے سا قیام مری تشنگی کو بجھتی نہیں
 ترے سیکرے کے شاد ہیں ارے کے اور کس اے اور بھی
 مری لغزشوں پر نہ جا بیٹھے یونہی بہ نظر نہ پھر اسیے
 یہ تو عشق کا ہے معاملہ، ذرا شکر بھی ذرا غور بھی
 مری منزلوں کا معاملہ ترے سے کہہ دے، یہ کام سب سے
 مری زندگی ہی کا دور ہے ترے جام سے کا یہ دور بھی
 ترے لب پہ تیرا ہی ناعم ہے، تجھے تیری یاد سے کام ہے
 کسی رنگ بھی، کسی حال بھی، کسی حزر بھی، کسی طور بھی
 ترے انہی مراد نہ ہے، ترا سوز ہی مراد ہے
 تری خوشی ہے تری یاد بھی، تری رنگ بھی، ترے سوز بھی

(۴۹)

مجھے یہ فکر تھی آخر مرا عدم کیا ہے
 نفس نفس نے کہا دیکھو دم بدم کیا ہے
 عجیب رنگ سے اک بات کہے بابوں میں
 کریم کا کھیل سمجھ لو تو پھر کرم کیا ہے
 نہ کوئی ہے ہتی دامن نہ کوئی چڑ دامن
 تو ہی بتا کہ تھا شاہ کے پیش دم کیا ہے
 ترے خیال میں یوں راہ شوق طے کر لی
 قدم قدم پہ یہ سوچا قدم قدم کیا ہے
 تری نگاہ کے مارے کو کیا خبر اس کی
 فنیون دیر ہے کیا بنا دھنئے حرم کیا ہے
 نفس نفس ترا جلوہ نفس نفس تری یاد
 نہ پوچھ لذت ہستی تری قسم کیا ہے
 یہ تیری چشم عنایت کا فیض ہے ورنہ
 جہان عشق میں ہزار کا بھرم کیا ہے

(۵۰)

مجھ کو کچھ آسرا نہ دے کے جانا
 غنیمت کا جو صلہ نہ دے کے جانا
 میرے بہار کی تلاش بدست سے
 مجھ کو میرا پتہ نہ دے کے جانا
 میرا مقصد نہیں کوئی منزل
 ہر وی کا صلہ نہ دے کے جانا
 بے وصولی ہے منزل و شوار
 درد بے مدعا نہ دے کے جانا
 یا تو دینا سریت محفود
 یا غشیم ماسوانہ دے کے جانا
 گم ہی رہنے دو اپنے مستوں کو
 دامنوں کی ہوانہ دے کے جانا
 یہ اسی نسبت کا ظہر ہے بہر ادا
 غنیمت بھی ناہم خدا نہ دے کے جانا

(۵۱)

کچھ دیر ہی کھیلے تھے ہم حسرت داران سے
 تسکین نہ ملی ہم کو اب تک کسی عشقوں سے
 معلوم نہ تھا ان کو طوفان ہی سے حاصل ہے
 حاصل ہے تمنا کی گیسٹ گئے دنوں سے
 کہتے ہیں جسے الفت کیا وہ بھی عالم ہے
 ہم بھی ہیں پریشاں سے وہ بھی ہیں پریشاں سے
 ہم کس پر نظر ڈالیں ہم کس سے نظر پھریں
 رنگین دو عالم ہیں رنگ رنج جاناں سے
 کوئین میں ہر جانب کیوں ہو کی صدا میں ہیں
 شاید تم سے دیر است آتے ہیں ہیا بان سے
 در ہوش نہیں ہوں میں سرشار نہیں ہوں میں
 سرسرا ہوا ہے خمر ساقی تر سے استہان سے
 اب جان میں جان آئی، اب دہوں کو قرار آئی
 بہت سزا دے انھوں کو بے توبہ جاناں سے

(۵۴)

کون چلا کس کا حال کس کو سنا تا ہوا

شمع جلاتا ہوا، شمع بجھاتا ہوا

راہروں کو ہر کونئی نہ کام آ سکے

راہِ مطلب میں ہوں گم ٹھوکر یہ کھاتا ہوا

آپ کا جلوہ بخشی تو آپ سے کچھ کم نہیں

آنکھ سے ادھڑھل ہوا دل میں سنا تا ہوا

راتی رنگیں ادا جام بکثت آگیا

آنکھ ملاتا ہوا، آنکھ چراتا ہوا

دور خزاں دور باش بلبو مسرور باش

جان بہار آگیا پھول کھاتا ہوا

کعبہ ہے ہر ہر قدم دیر ہے ہر گام پے

کون گیا ہے ادھر سر کو جھکاتا ہوا

انجمن ناز میں میری طرح بچہ گیا

مطرب آتش ز آگ لگاتا ہوا

راہروں میں گام جانے کہ ہر ہر رواں

منہ بول مقصود کو دور بٹاتا ہوا

بزم میں بیٹھا ہے کون کیا ہی ہزار دہر

اشک بہاتا ہوا شہر منٹتا ہوا

(۵۴)

وہ دل نے آخر ش یہ کیا کیا
 ہم کو پہروں چارہ گر دیکھا کیا
 ہم تو بے سوچے ہی منزل پا گئے
 سوچنے والا جو تھکا سوچا کیا
 زخودی نے ساتھ چھوڑا ہی نہیں
 کیا خبر ہم نے کہاں سجدہ کیا
 زندگی کی داستان اتنی سی ہے
 تو نے تڑپایا تو میں تڑپا کیا
 ہم کو احساسِ تنہا دے دیا
 بسندہ پرور آپ نے یہ کیا کیا
 وہ گمانِ شوق دے کر چلے گئے
 میں انہیں کو ہر طرف دیکھا کیا
 ہوش میں بہزاد جب ہم آ گئے
 مدتوں ہم کو جنوں ڈھونڈھا کیا

(۵۵)

یہ اور بات ہے مجھے بیاں کا جو صلہ نہیں

مجھے نہ کم نظر سمجھ مری نظریں کیا نہیں
صنم کہہ کی آبرو جو در عشق ہی سے ہے

مری جبین شوق کو مگر کوئی گلہ نہیں
مراد مند جو نہ ہو وہ اپنی حد سے کیوں بڑھے

مری زباں پہ آج تک گلہ نہیں دیا نہیں
حرم کی تہکہ کی آنکھوں میں کوئی کیوں پڑے

کہاں وہ آستان نہیں کہاں وہ نقشِ پا نہیں
یہ ابتداء کے عشق بھی عجیب کیف بار ہے

اس ابتدا میں گم ہوں میں جو میری انتہا نہیں
اکلہ میں اکل شکستیں جو فرق جو اسے بھی سن

صدا ہے، در بیاں نہیں بیاں جو اور صدا نہیں
ہے آج تیری بزم کو مرے بغیر کیسا ہوا

خوشیوں کا دور ہے کوئی بھی برکت نہیں
ترسے خیال میں گزر گیا میں اپنے حال سے

خود لے کچھ کہا نہیں جنوں نے کچھ سنا نہیں
مری نظر کو لوٹ لے گئی ہیں جس کی رنگتیں
وہ آدمی ہے آدمی وہ دُبت نہیں خدا نہیں

(۵۹)

کیا خبر حقیقت ہے یا یہ ہے کہاں اپنا
 جیسے ہو گیا پورا خوابِ آشیاں اپنا
 اس طرف جو خوش کامی اس طرف ہونا کامی
 ہائے سے جہاں ان کا ہائے سے جہاں اپنا
 انقلابِ عالم ہے اور اس کو کیا کہیے
 بھلیوں کا ضامن ہے اتنا آشیاں اپنا
 منزلوں سے ناواقف راستوں سے بیگانہ
 جا رہا ہے اک جانب خود ہی کا روال اپنا
 جسے بد محبت کو بے خودی کی حاجت ہو
 ہو چلا ہے ہر سجدہ سوئے آستان اپنا
 منزلِ محبت میں لے چلا ہے کس جانب
 کہ قدمِ یقین اپنا اک قدم کہاں اپنا
 میں گزر گیا ہر سے سادگی کے عالم میں
 کلام آگیا ہزار ضبطِ ناگساں اپنا

(۵۶)

ہم نے جب اپنی گردن جھکائی
 دوبرو آئی شکلِ مشاں
 دیکھ کر گلستاں کے گلوں کو
 ہم نے مانی تری بے مثالی
 نام رٹی ہے کیا تیرا بیٹھل
 جھوم جاتی ہے کیوں ڈالی ڈالی
 ہر گھڑی میری جانب بستم
 ہر قدم یہ میری پاؤں
 یہ تو خلوت نہیں، انجمن ہے
 لائی ہم کو کہاں بے خیالی
 ہم چلے اس کے کوچے کی جانب
 اب تو ہے دل کا افسر والی
 میں ہوں ہستہ زاد اس کو فدائی
 جس نے بخشش یہ نازک خیالی

(۵۸)

زیست رنگین ہے کہ سادہ ہے
 میری ہر بات ہے ارادہ ہے
 آوازے میکشواد خیر آؤ
 چشم ساقی ہی جام و بادہ ہے
 اسے مسرت کے جھٹنے والے
 اب تو غم اور کشتی زیادہ ہے
 جھوم کر رہا ہوں جسدہ شوق
 وہ تخیل کھتا ہے ارادہ ہے
 حش میں ہے تمام رنگینی
 عشق کا ہر نظام سادہ ہے
 پھنس گئے ہم خرد کے پندرے میں
 اسے جنوں بول کیا ارادہ ہے
 شر کوئی کہاں کہاں بہت نرا
 کچھ سہی آدمی تو سادہ ہے



(۵۹)

زسیت میں کچھ نہ کچھ بہاؤ ہے
 تو نہیں تیرا انتظار تو ہے
 کون کہتا ہے میں نہیں میکش
 پی نہیں ہے مگر خمار تو ہے
 کون پوچھے کہ صحر کو ہے کعبہ
 سامنے اپنے رشتے یار تو ہے
 دل کو تسکین نہ ہو یہ بات ہے اور
 در نہ ہر دم خیال یار تو ہے
 تم نہ سمجھو تو کیا کرے کوئی
 دل پر شوق بے قرار تو ہے
 عشق ناکام ہو نہیں سکتا
 اس حقیقت کا اعتبار تو ہے
 تم تو ہر سزا دہیں چمن پر در
 گل نہیں ہے تو کیا ہر خار تو ہے

(۶۰)

وحشی نے بیاہاں کہ گلستاں میں گزاری
 جس جا بھی اسی حسرتِ جانناں میں گزاری
 پروانے کو ہو شمعِ سبزِ زمِ مبارک
 ہم نے تو ترے حسرتِ دارماں میں گزاری
 القصد کہ اُچھن میں کٹی عمر ہماری
 ساحلِ پر بسر کی کبھی طوفاں میں گزاری
 میں ڈھونڈتا ہی رہ گیا دامانِ محبت
 اشکوں نے تو بہ کر کے دامان میں گزاری
 ہم سے تو بھلے خوابِ سبک دیکھنے واسے
 ہم نے تو نقطہ خوابِ پریشاں میں گزاری
 ہم کہوئے رہے جسدِ خسار کی ضو میں
 دل نے ختم گیسو کے پریشاں میں گزاری
 ہزار کوئی اور بھی ہم رہا کہ جس نے
 نظر کیا سبیلِ جانناں میں گزاری

(۶۱)

کسی عالم میں بھی جانا نہیں ہے جذبِ رندانہ
 کہ کہہ اٹھتا ہوں سجدے میں کبھی میں یا پیر مہنار
 حجابِ درمیاں کافی نہیں ہے میری نظروں میں
 کہیں اس سے بھی آگے بڑھ نہ جائے تیرا دیوانہ
 آلا یا اُپنا ساتی اور کا ساؤنا دلہا
 کہ ہشیاری نہیں منجملہ آدابِ مینہ
 مرے نقشِ قدم پر تم نہ آؤ قافلے والو
 جہانِ شوق میں کوئی نہ اپنا ہے نہ بیگانہ
 بڑی مشکل سے میں نے پائی ہیں اپنی ہی تیزیریں
 بڑی مشکل سے لایا ہوں جوابِ رومے کا جانا نہ
 خرد کیسی، جنوں کیسی، یقیں کیسی، گماں کیسی
 نہ یہ اندازِ محبت نہ، نہ وہ اندازِ بیعت نہ
 اسیری، کجکلاہی، خسروی ہزار سب دیدی
 نگاہِ یاب نے دے کر مجھے عالمِ فقیرانہ

(۶۲)

یہ بچھی بچھی ادا میں، پتھکی پتھکی نگاہیں
 کہیں دیکھ آئیں شاید مرے غم کی شاہراہیں
 یہ کمالِ آرزو ہے کہ کس سال زودِ جلوہ
 کجبر اٹھ گئیں نگاہیں کجھی جھاک گئیں نگاہیں
 مرا ساتھ چھوڑ پیٹھے بچھی، بہرانِ منزل
 تیرے پاس دربارِ ہول میں بدلا بدل سکے راہیں
 مرے غم کا میں مرقع، مرے دل کا آئینہ ہیں
 مرے گرم گرم آنسو، مری سرد سرد آہیں
 تجھے کس طرح سے دیکھوں تجھے کس طرح سے تجھوں
 مری اک نگاہ حیرت تری لاکھ جلوہ گاہیں

(۶۳)

چشم ناز دوست بیما نہ سمجھ میں آگیا

تیرے صدقے راز میں خا نہ سمجھ میں آگیا
جب جلے تو شمع کے انداز سے واقف ہوئے

جل بجھے تو کیفیت پروانہ سمجھ میں آگیا
جو پریم نے ادایوں تکر کے بندے کئے

باعث الطاف جانانہ سمجھ میں آگیا
چشم ساقی پھراٹھی ساغر بکف مینا بدست

نعرہ بے تاب زندانہ سمجھ میں آگیا
دل ہی کچھ سمجھا مری مجبور یوں کا ماجرا

ایک دیوانے کے دیوانہ سمجھ میں آگیا
جس جگہ جلتا ہوا اک بے نور سادھم چراغ

کہتے ہیں اس گھر کو غم خانہ سمجھ میں آگیا
ہم ہوئے ہزار دہائی کی ہستی میں گم
آخر شجندہ مریدانہ سمجھ میں آگیا



(۶۴)

میں پا کر ترے غم کو تیری خوشی کو
 بہت دیر ڈھونڈھا کیا زندگی کو
 نظر آیا اپنے میں جلووں کا عالم
 جہاں جھک گیا سر تری بندگی کو
 نہ اب میں ہی باقی نہ اب تو ہی باقی
 گو غاد سے رہا ہوں غم سے خودی کو
 چمن کے گلوں نے ترا عکسوں پر
 تجھ سے دیکھتا تری سادگی کو
 گزرنا ہے مشکل حجابوں کے ترے
 ترسنا ہوتا ہے تری آگہی کو
 یہ کیا ہے کہ ساقی ترے سیکہ سے
 میں ڈھونڈھا کیا چار سو بیخودی کو
 طبیعت خشنی افسردہ دستِ نرا د محفوظ
 محبت سے ہنس لیا زندگی کو

(۶۵)

اُدھی ہر ایک عشق میں تدبیر ہو گئی
 دل کی لگن ہی پاؤں کی نہ پتھر ہو گئی
 اب ہم ہیں اور نالہ جانکاہ رات دن
 پور کی ہمارے خواب کی تعبیر ہو گئی
 کیوں پڑھ گئیں نہ اور مرے دل کی پیمائشیں
 ہر دم کی زلف کی گیسو ہو گئی
 کچھ اس حزن سما گیا تو چشم شرق میں
 خود چشم شمع شوق ہی تری تصویر ہو گئی
 حیران ہیں کہ آج یہ کیا ماجرا ہوا
 پیدا ہمارے آہ میں تاثیر ہو گئی
 جو کچھ تھی ہوا ہے تمہارا ہی غلبہ ہو
 بدنام بے سبب مری تصویر ہو گئی
 ہزار کیا بتاؤں میں افتادگی کا حال
 میری نظر انداز نہ رہا پیر ہو گئی

(۶۶)

عشق والوں کی زمانے پر جفا اب بھی ہے
 عشق والوں کی وہی شان وفا اب بھی ہے
 چشم بند جسے کہتی ہے کہ جے پر وہ ہے
 میں اسے کہتا ہوں پچھلے میں چھپا اب بھی ہے
 زور و راد انسا کی سبقتے حاجت کیا ہے
 بڑ پتر اس کا تھا پھل و دپتہ اب بھی ہے
 اگل کو رستہ کی رستہ اب بھی ہے چشمہ پابند
 لپٹتی جو بندہ ہے چوہر شہنا اب بھی ہے
 تیرے میرا ہے اس کے ہیں گے کس
 تیرے شیشے میں نے ہوش رہا اب بھی ہے
 شیرستہ نظر سے آئے ہیں ذرا بت جہاں
 بہتے صبرانی ترے واسن میں صبر اب بھی ہے
 ہانکے ہزاروں کہناں چھوڑ کے جاتے ہو گلبر
 بندریا فخر کا ترابہ و دسرا اب بھی ہے

(۶۶)

اس درجہ ہوں میں مانوس کرم جس دم کہ سحر ہو جاتی ہے
 اس رات کا ماتم کرتا ہوں جو رات بسر ہو جاتی ہے
 کیا تم کو سناؤں حال اپنا فرقت میں گزر ہو جاتی ہے
 یا رات بسر کر لیتا ہوں یا رات بسر ہو جاتی ہے
 میں سمجھا کہ ان کے جلووں کو بے سامنے آنے چہن نہیں
 وہ سمجھے کہ ان کے جلووں سے تسکین نظر ہو جاتی ہے
 کس حال میں ہوں کس رنگ میں ہوں کس کیفیت میں کس شوق میں ہوں
 مجھ کو تو خبر ہوتی ہی نہیں دنیا کو خبر ہو جاتی ہے
 وہ زلزلہ جو برجم ہوتی ہے اللہ کے شانے کی کاوش
 اک رات ادھر ہو جاتی ہے اک رات ادھر ہو جاتی ہے
 میں بے خود و ذوق سجدہ ہوں میں حد تعین کیا جاؤں
 اللہ کے سیری پیشانی یہ خود ہی ادھر ہو جاتی ہے
 ہوتا ہے دل مضطرباں ہزار مجھے تسکین کہاں
 کرتا ہوں میں جب بھی قصدِ فناں گہرا کے سحر ہو جاتی ہے



(۶۸)

شیب رنگ دیکھا ترے میکہ کے کا بیاں شان پائی جہاں کے زالی
 جہاں تیری چشم سیاہ ست اٹھی نہ یہ جامِ تنالی نہ وہ جامِ خالی
 کھینچ آئے کبھی ایک مرکز پہ جلو کے گلستاں کی زکات جہاں کے تماشے
 نقاب اپنے رخ سے الٹ کر کسی نے نظارے سمیٹے نظر سے دُعا لی
 کبھی آستانے پہ سجدے گزارے کبھی اس گلی میں گئے ہم نئے نئے
 یہ شکن دل بھی محجب چہرہ کی کبھی ہم نے کھوئی کبھی ہم نے پالی
 تری آرزو میں زمانہ ہے کھویا سراسر اشبن رقصِ لبہل ہے گویا
 سکوں دے کے کیوں بے قرار دی عشا کی نظر کیوں ملائی نظر کیوں چرائی
 محبت نے بخشا ہے کھویا ہوا دل مری رہ روی ہر نہ آساں نہ مشکل
 دل بے طلب کو نہیں شوقِ منزل کر ضرے چل ہے بٹھے بے خیالی
 کسی غیر کے در سے کیوں نہ لگا کے جن کی بہاروں کو کیوں شرم آئے
 تجھے کچھ خبر بھی ہے اے جانِ گلشن تجھے مانگتا ہے تجھی سے سوال
 زمانہ ہے ہزاروں کا ہم نوا کبھی زمانہ ہے ہزاروں ہی سے شفا بھی
 جنوں محبت، جنوں محبت، تو ہی بے کسمالی، تو ہی باکمالی

(۶۹)

ہمیں گماں تھا یہی ہم نگاہ کرنے کے

وہ جلوہ خود ہی سر جلوہ گاہ کرنے کے

نیاز و نیاز کا عالم ارے معاذ اللہ

وہ سامنے تھے مگر ہم نگاہ کرنے کے

خلشیں سکوں نہ بنا اور آلم خوشی نہ بنا

بڑے مڑے ہیں یہ وہ جو آہ کرنے کے

جلا کے پایا ہوں دل میں چراغ بزم حرم

کہ نہ کر نور تری بار گاہ کرنے کے

جو ہو سکے تو گزر جا تو اپنی ہستی سے

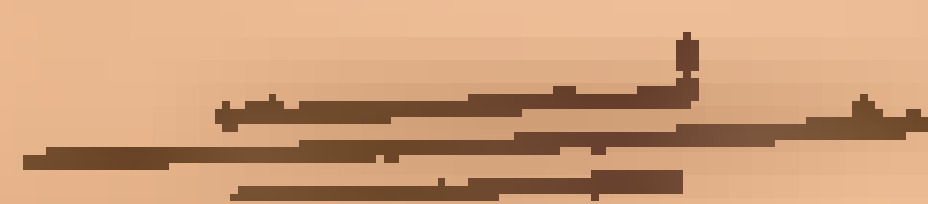
اور اس طرح کہ کوئی اشتباہ کرنے کے

خزاں کے دور میں باد بہار بن کے گزر

وہ بھول کیا ہے جو کانٹوں میں رہ کر نہ سکے

جہاں جہاں پہ جو ذرہ تھا گم رہا ہست و نداد

ہم آہ کر کے یہ سمجھے کہ آہ کرنے کے



(۷۰)

کچھ مختبور ہیں کچھ کنار سے ہیں
 ایک ہم ہیں کہ بے سہار سے ہیں
 جگمگاتے ہیں جن سے کون و مکان
 کچھ تو آنسو ہیں کچھ ستار سے ہیں
 عشق کی ناخدا ایساں دیکھو
 اس نے ڈوبے ہوئے اُبھائے ہیں
 ساتھ چھوڑا نہ دروئے بتم حے
 جو ہمار سے سکتے وہ ہمار سے ہیں
 یہ محبت ہے یا طلب ہے کہ ذوق
 جلیے سینے میں کچھ شرار سے ہیں
 ان حجابات درمیاں کی قسم !
 کتنے نازک تر سے اشار سے ہیں
 کیوں سترت سے ہم کو گھیرا ہے
 ہم تو بہتے انداز غم کے مار سے ہیں

(۶۱)

اس شان سے ہوتی ہے تکرِ صنم خانہ
 یا پیرِ صنم خانہ، یا پیرِ صنم خانہ
 مخمور ہیں آنکھیں بھی مسور نگاہیں بھی
 نظروں کے مقابل ہے تصویرِ صنم خانہ
 اب ہوش میں آجائیں جتنے ہیں خرد والے
 کھڑکائی ہے مستوں نے زنجیرِ صنم خانہ
 زامہ بھلا کیا جانے ایماں کی حدیں کیا ہیں
 دیکھی ہی کہاں اس نے تاثیرِ صنم خانہ
 اس حورِ شمائل کے جلوے میں اسی گھر میں
 کس درجہ منور ہے تقدیرِ صنم خانہ
 چراہلِ بصیرت ہیں وہ تم کو بتائیں گے
 پھیلے ہے زمانے میں تنویرِ صنم خانہ
 ہر گوشے میں تنویریں ہیں اس رُخِ روشن کی
 بہت سزا و مراد ل ہے تعمیرِ صنم خانہ

(۶۲)

وہ سوز و اضطراب وہ ذوقِ نظر نہیں
 منزلِ جوئل گئی ہے تو اپنی خبر نہیں
 آ ایک بے خودی ہی کا سجدہ گزار لوں
 اس عالمِ یقیں کو گماں کی خبر نہیں
 عظمتِ کردہ بنا ہے مرا عالمِ خیال
 اس انجمن میں ہمارے کوئی جلوہ گر نہیں
 میں تھے فنا بقا کی نظروں میں دیکھ لی
 سارے جہاں میں اس کی کسی کو خبر نہیں
 کچھ ماجرا کے بے خودی کیست چھڑیے
 افسانہ جنوںِ خسروِ مستبصر نہیں
 اسے ذوقِ بندگی مجھے اب یہ بتا کہ میں
 سجدے کہاں کر دوں کہ کہیں ننگِ در نہیں
 شاید اس کا نام ہے مستیِ ذوقِ عشق
 دنیا کوئی خیال بھی پیشِ نظر نہیں
 ہر کامِ چلی کے راہ میں رکتا ہوں اس لئے
 دنیا یہ دیکھ لے کہ کوئی راہبہر نہیں
 ہزاراں میں کھل نہ سکے غنچہ مراد
 دشت کی سحر ہے چمن کی سحر نہیں

(۷۳)

بے کیفیوں کو کیفیت کی دنیا سمجھ لیا
 ہم نے تو ہر ملال کو اپنا سمجھ لیا
 ناصح خطا سعات ہمیں کیا سمجھ لیا
 بیگانہ اس سے ہوں جسے اپنا سمجھ لیا
 یہ تار کان عشقِ درد کے اسیر ہیں
 گلشن کو دشت پھول کو کانٹا سمجھ لیا
 منزل کی آرزو ہے نہ جائے کا ہر خیال
 ہم نے تو ہر ردی برائے شمار سمجھ لیا
 کس درجہ حق شناس ہو میری جبینِ شوق
 ہر نقشِ پایے ناز کو کعبہ سمجھ لیا
 ہم عالم جنون و خرد سے گزر گئے
 حب سے تری نظر کا تقاضا سمجھ لیا
 ہزار آد عشق کیا ہے تماشا کے یک نفس
 اس کو جہانِ شوق نے کیا کیا سمجھ لیا

(۷۴)

جب وہ منزلِ طعن فرما سکے گی
چار ڈور دہسائیں کا شکر یہ
چاک دامن ہے مرا یا چاک دل
یاد تو ہیں بیٹھے بیٹھے کھو گیا
رہ گذر میں نقش پا بکھرے ہیں کیوں
تو بہ کو اک لمحہ بھی گزرا نہیں
وہ کا عار کیا بتاؤں عشق میں
سپہم ساقی کی عنایت دیکھئے
جس خلش پر ہے مدارِ زندگی
راہرو کو راہ یاد آئے گی
پر طبیعت اور گھبراہٹ نے لگی
کس پر پھولوں کو مٹنی آئے گی
رفتہ رفتہ نیستی سی آئے گی
کیوں جبینِ شوق لہجہ مٹنے لگی
تو بہ تو بہ پھر گھٹا چکا ہے لگی
یہ کئی کھلتے ہوئے چھانے لگی
بائے مجھ پر بخود ہی چھانے لگی
وہ خوش دن رات تڑپا لگی

خوابِ مٹا ہوا ہر نقشِ فریب
اب سمجھ میں زندگی آئے گی

(۶۵)

چمن چمن، روش روش بہار بن کے آئیے
 جو گل ہیں بے قرار ہیں قرار بن کے آئیے
 جمال کے ہزار دُخ ہزار رنگ میں مگر
 جو ہو سکے تو عشق کا خسہ ہمار بن کے آئیے
 کریم کے کرم کی انتہا نہیں ہے کچھ مگر
 جو عفو چاہیے تو شرمسار بن کے آئیے
 اس انجن میں جا بیٹے یہ منہ ہے قلب زار کی
 کسی کی چشم ناز کا شکار بن کے آئیے
 وہاں نہ میکدہ نہ گروہ چشم مست ہے
 وہاں جو جائیے تو بادہ خوار بن کے آئیے
 چمن میں آ رہے ہیں تو نض کا رنگ دیکھیے
 نہ پھول بن کے آئیے نہ خار بن کے آئیے
 نزد بھی جبکہ ہے جنوں لہریں جی سجا ہر گمار
 جو دوست تو نہیں اختیار بن کے آئیے
 مری نظر تو مست ہے کوئی ادا ہو کوئی رنگ
 گھول کی بجا بہت نکھار بن کے آئیے
 مے کسی حریت سے تو یہ کش کش حیات کی
 جہاں بے بسی میں اختیار بن کے آئیے

گو عام ترا جلوہ نہ ہوا

کچھ بھی یہ کوئی پردہ نہ ہوا

ہم خاک ہو گئے، ابر باد ہو گئے

جو کچھ بھی ہوا اچھا نہ ہوا

خود ہم نے نہ فی اپنی ہے خطا

ساتی کی طرف سے کیا نہ ہوا

بیکار ہی نکلا جذبہ وفا

دنیا میں کوئی اپنا نہ ہوا

اس در پہ کہاں تھے ہوش بجا

ہم سے تو کوئی پردہ نہ ہوا

جب بزم میں آکر شمع جلی

بے تاب بہت پردہ نہ ہوا

تم ہوش گنوا بیٹھے اپنے

ہزار حزیں اچھا نہ ہوا



(۷۷)

مست آنکھوں میں ڈور سے نگہابی
 اللہ اللہ، تری پر مشہابی
 میرا ایمان تری مست نظر میں
 میرا قرآن یہ روئے کتابی
 کہ تو ساقی ہے، ساقی ہے، ساقی
 ہم شرابی، شرابی، شرابی
 سادگی میں بھی ہیں لاکھوں عام
 سو حجابوں میں ہے بے حجابی
 دیکھ نظر میں ہیں عالم کی چراں
 کر گئی کیسا تری بے نقابی
 سب پہ ظاہر تری بے مثالی
 سب پہ روشن تری لا جوابی
 تو نے ہزاروں کو کیسا بلالی
 پُرسکوں ہے ترا، مضطرابی

(۶۸)

ہم نے چین میں جا کر یوں تیری جستجو کی
 پھولوں سے رنج پھرا کر کانٹوں سے گفتگو کی
 اشکوں سے میرے بہہ کر یہ بات، رو برو کی
 چمپ چمپ چاپ سب سنایا خاموش گفتگو کی
 جڑ لگتے تھا ترپ میں تسکین میں کہاں تھا
 ہم نے پوچھ کے ساحلِ اریاں کی آرزو کی
 ہم رہ لائے ابالی آگے ہیں تیرے در پہ
 اس کے چہرے پر ستاں مجھے آرزو سب کو
 تکلیف کر رہے ہیں کیوں راہ پر بچا رہے
 منزل کوئی نہیں سے برباد آرزو کی
 فصلِ خزاں جو آئی گنجیں یہ سوچتا ہے
 کیوں دھجیاں اُڑی ہیں داہان رنگتِ بو کی
 بہزاد اس نظر کے قربان دین دایاں
 میرے ہی دل کو تانا کا ظالم ذرا نہ چو کی

(۶۹)

پس نے اُلٹ دی نقابِ چمن
 کہ غنچہ بنا ہے جوابِ چمن
 یہ کیا ہو گیا دشت میں آگے
 ابھی ہم نے دیکھا ہے خوابِ چمن
 کلی کا چٹھنا نہ سمجھو اسے
 پڑھی جا رہی ہے کتابِ چمن
 چمن کا ہر اک پھول تباہ گئے گا
 عنادِ دل ہوئے ہیں خرابِ چمن
 بہاروں سے کہہ دو کہ نازاں نہ ہوں
 فقط چار دن ہے شبابِ چمن
 مبارک ہو اسے انقلابِ چمن
 خزاں ہو گئی باریابِ چمن
 جو بہزاد ہے چشمِ بیں میں اشک
 یہی ہے یہی آفتابِ چمن

(۸۵)

بول چال ہوں کہ یہ رازِ دگر کون کہے گا
 جلوں کو ترے اپنی نظر کون کہے گا
 کچھ اندر ہے دنیا کے لئے ہوش کا عالم
 اے بے صبری اس کو خبر کون کہے گا
 حیرت میں ہوں ہر ذرہ پر کیوں نیند پر طاری
 ہر شام کو پابندِ سحر کون کہے گا
 دنیا تو سمجھتی ہے کہ یہ جامِ بے مئے کا
 اس کو ترے ساتی کی نظر کون کہے گا
 حیرت میں ہے ہر بھی کہ منزل کی حقیقت
 رہرہ سے سیرِ راہ گزر کون کہے گا
 اتنا تو بے تیرے تیرے صاحبِ جست
 گر ہونہ خطِ ہم کو بشر کون کہے گا
 جہزِ ادب سے ہیں یہ سب کو گماں ہے
 اس بار سے نہ ہوں پتہ سر کون کہے گا

(۶۱)

مزد تو یہ ہے وہ خود بھی مرا عالم نہیں سمجھتے

قبستم میں ہے پہاں موجہ صدم غم نہیں سمجھتے

مری تجھن نہیں جاتی پریشانی نہیں جاتی

میں کہتا ہی رہا ہر گیسوئے پر غم نہیں سمجھتے

مندان کی داستاں پوری نہ تھی داستاں پوری

کبھی کچھ وہ نہیں سمجھتے کبھی کچھ تو نہیں سمجھتے

میں وہ رہو جو جس کے پاس خود سزا پہنچتی ہو

مری ہے کون کی منزل یہ دو عالم نہیں سمجھتے

کبھی تو خشاک رہتے ہیں کبھی آنسو بہاتے ہیں

مرا مقصد ہے کیا یہ دیدہ پر غم نہیں سمجھتے

محبت کی و درنگ تک تو سب کی عقل جا پہنچی

جہاں واسے مر در شعلہ و شبنم نہیں سمجھتے

نگاہیں سجدہ کرتی ہیں مری ہر وقت لے بہزاد

نظر واسے مری نظروں کا یہ عالم نہیں سمجھتے



(۲۷)

مراد دل عجیب دل ہے کہ مست بھی تباں بھی
 سر مست نزل یقیں بھی سر مست نزل گماں بھی
 سیرا زین سال مست ہے صدرا خنک و مطرب
 کہ اسی میں گو بجتی ہے مرے غم کی داستان بھی
 مرے غم گسار نا صبح میں آج بٹا ہوں اتنا
 کہ جنوں کا ایک جڑو ہو گیا یہ خرد پرتیاں بھی
 سر ترشہم ہیں کچھ آنسو، پس پرشہم ہیں کچھ آنسو
 تزاراز ہے یہاں بھی تزاراز ہے وہاں بھی
 زجہ عالم تصور کہ نہیں حد تین
 مرا حال کچھ نہ بچھو میں یہاں بھی ہوں ہاں بھی
 ترے نور سے منور تر ہے نفس کے درخشاں
 یہ زبیر بھی آسماں بھی یہ مکاں بھی لامکاں بھی
 جگہ وہاں بھی قید امکاں، جگہ یہاں بھی قید بستاں
 مرے واسطے تو کیساں ہے نفس بھی اشیاں بھی

(۸۳)

سست ان کو دیکھ کر سیری نظر ہوتی رہی
 دونوں عالم کی خبر کے بے خبر ہوئی رہی
 روک پائی ان کی تابانی نہ خود ان کی نقاب
 شام کے پردے ہی سے پیدا سحر ہوتی رہی
 ہم نے جب اپنی نگاہ بے محابا روک لی
 ان کی صورت ہر قدم پر جلوہ گر ہوتی رہی
 تیرے رہروا الغرض مغزل نہ اپنی پاسکے
 ہر قدم پیدائشی اک رگبزر ہوتی رہی
 جس طرح ساحل پر کھینچے ہیں سکوئی رات دن
 اس طرح اپنی توفیوں میں گزر ہوتی رہی
 جب ہر ایک امید ٹوٹی جب مٹی ہر آرزو
 دل کو اک سنکیس بہ اندازِ دگر ہوتی رہی
 زندگی کے باب میں بہتراد مضطر کیا کہیں
 ہم بسر کرتے رہے یا خود بسر ہوتی رہی



(۸۴)

وہ شیخ اسیر اور یہ تمام اللہ اللہ
 ہمہ رنگ اور ایک جام اللہ اللہ
 صبا تیرے صد سے کہاں سے اڑالی
 یہ اُن کی ادائے خرام اللہ اللہ
 زلزلے تنہا حدیثِ محبت
 کلیم اللہ اللہ کلام اللہ اللہ
 ہر اک کام جلوہ ہر اک کام حیرت
 سربراہ یہ اہتمام اللہ اللہ
 حقیقت گماں بخیز کی کیفیت دستی
 محبت کے لاکھوں مہینے اللہ اللہ
 مری آؤ نا کام اللہ اکبر
 مرانالہ نامت تمام اللہ اللہ
 فروغ شاد و بدستِ خدا و نیکو
 مرا کجیہ و سبے قیام اللہ اللہ

(۸۵)

پلکوں پر نمایاں ہے یوں ہی اشک ہمارا
 جیسے کہ چمکتا ہے سرِ چرخ ستارا
 تھار و زارِ ازل ہی سے ہمیں جس کا سہارا
 بیدار ہوا جسمِ دل میں دہرے و درگوارا
 اسے کھیلنے والے تختیر اس کی بھی خبر ہے
 بازیِ محبت کو جو بیتا دی ہمارا
 اللہ عجب چیز ہے موجوں کا خدا قسم
 جیسے کہ نئی کرنا ہوا اشار سے پر اشارا
 مجھ کو ترے قدموں میں جو تسکین ملی ہے
 شاید مری رشتت کو نہیں پہنچی گور
 تم نے تو مجھے دل سے بھل بھی دیا کب کا
 اب تک ہے مری دردِ زباں زام تھی
 بہزاد مری کان میں آتی ہیں صدا ہیں
 جیسے کہ کسی نے مجھے گھبرا کے پکارا



(۸۶)

مے کہ وہ بن کے وہ، ٹھٹھتی ہے نظر کیا ہوگا
 پی تو لوں کامرے اللہ مگر کیسا ہوگا
 میری دنیا مرے عالم میں کہاں ہے نہ یقین
 شام کیا رنگ دکھائے گی سحر کیسا ہوگا
 اب تو جلوؤں میں پھینسا ہو دل ویدار طلب
 اس کی کیا فکر کہ انجام نظر کیسا ہوگا
 میں شب سحر کی ظلمت سے ہوں سرگرم کلام
 کس لئے آئی ہے توندیر سحر کیسا ہوگا
 کعبہ کہدوں کہ کلیسا کہ صحن خانہ کہ دیر
 سوچتا ہوں یہی اکثر ترا در کیسا ہوگا
 نالہ کرنا نہیں دشوار مگر نالہ کنساں
 پہلے یہ سوچ کہ انجام اثر کیسا ہوگا
 دل بھی تیا ہے سجدوں کیلئے اور سر بھی
 کس کو معلوم سر راہ گزر کیسا ہوگا
 ترے اکرام کے حد سے تری رحمت کے ثار
 تجھ کو معلوم تھا خود ہی کہ بشر کیسا ہوگا
 اب تو بے قید مکال کرتے ہو سجد سے ہزار
 کعبہ کیا ہوگا بنیاد و دست کا در کیسا ہوگا

(۸۷۱)

جب عشق کا دامن تمام لیا ہر روز نئی افتاد سہی
 بجلی نہ سہی طوفان سہی گھنچیں نہ سہی صیاد سہی
 ہے عشق کا ہر عالم اچھا نغمہ نہ سہی فریاد سہی
 پابند ہے دل پابند سہی آزاد ہو دل آزاد سہی
 تم دل کی حقیقت میں نہ پڑو برباد ہو دل برباد سہی
 جو اپنا ہی عالم بھول چکا شاداں نہ سہی ناشاد سہی
 تو راز کو اپنے فاش نہ کر رہے دے ہیں تک میری نظر
 میں تجھ کو سمجھتا ہوں دل میں تو اور کہیں آباد سہی
 تخریب میں ہے تعمیر ہیاں اس بات کو دنیا کیا جانے
 برباد مجھے جو کہتے ہیں میں ان کے لئے برباد سہی
 تو عرش نشیں میں فرشتہ نشیں تو سجد طلب میں سر پہ میں
 آباد ہے تو آباد سہی برباد ہوں میں برباد سہی
 مانا کہ یہ میرا غم خانہ لائق ترے قدموں کے نہیں
 اے عشق کرم ہو گا تیرا اک اور بھی گھر آباد سہی



(۶۸)

سوز کی حرب طلب ہوئی دامن ساز کے لئے
 کعبہ تختیں تو بن گئے پیری نماز کے لئے
 کیسا سکوں، کہاں کا چین، صبح کی آرزو نہیں
 ہائے ٹرپ رہا ہوں میں شام دراز کے لئے
 اے مری چشم اشتیاق حیدر ادب نہ چھوڑنا
 خود ہی حقیقت آگئی دورِ مجاز کے لئے
 دیہ گیا جسم گیا دوست گیا، چین گیا
 ہائے پھر کہاں کہاں دل کی نماز کے لئے
 اس سے سکوں نہ مانگسا دل کینا دوش مانگسا دل
 یہ کوئی شہدہ بھی ہو شہدہ باز کے لئے
 کبھی رہیں بے قرار یاں پھر بڑھا اضطراب دل
 کس کو مری تلاش ہے عشوہ نماز کے لئے
 میرا مال و کھیت، عالم حساں و یمن
 خود بھی بنا ہوں باز میں اپنے ہی راز کے لئے

(۸۹)

ستارے واسے پہ اک بات ہے بتانے کی
 ہمیں تو غم میں تھی عادت ہے سکرانے کی
 جو حال ہے مرا عیشاد کو نہیں معلوم
 قفس میں سنستا ہوں فریاد آشیائے کی
 مجھے یہ خوف ہے وہ آنہ جائیں گھبرا کر
 کوئی ملانہ دے کڑیاں مرے فسانے کی
 جبین شوق کی مستی کا پوچھنا کیا ہے
 نظر میں رہتی ہے تصویر آستانے کی
 مرے ملال میں شاید خوشی کا رنگ آیا
 نگاہ اٹھنے لگی کیوں ادھر نہ مانے کی
 نہ راہزن ہے کوئی اور نہ رہنما کوئی
 نئی یہ راہ نکالی ہے آزمانے کی
 اسی سے آنکھ میں ہزار اشک بھر آئے
 جو سن لیا کہ ضرورت ہے سکرانے کی

(۹۰)

میرا عالم بھی خوب عالم ہے
 نہ تو کوئی خوشی نہ کچھ غم ہے

ہے مری طرح آسماں گریاں
 اس کے اشکوں کا نام شبنم ہے

ہے تصور میں آسمان تیرا
 ہر قدم پر مری جہیں ختم ہے
 جس کو دنیا سکون کہتی ہے

یہ بھی جے تابوں کا عالم ہے
 اور بھی داغ اسے محبت دے

روشنی دل میں ہے مگر کم ہے
 ظلماتیں چھار ہی ہیں عالم پر
 زلفت مشکین دوست برہم ہے

قدر کرتا ہوں اس لئے دل کی

یہی ہزارا میرا ہر دم ہے

(۹۱)

ہر سمت سکونِ دل و جہاں ڈھونڈھ رہا ہوں
 یعنی کہ خود اپنا ہی نشان ڈھونڈھ رہا ہوں
 انسانہ جو سننے کو وہ آئے ہیں سب بزم
 کہنے کے لئے اپنی زباں ڈھونڈھ رہا ہوں
 مے کش کو تو ہے جستجوئے ساعیہ و مینا
 اور میں گلہ پیسہ مغال ڈھونڈھ رہا ہوں
 اسے ذوق پرستش وہ مرے ہوش کہاں ہیں
 سجدوں کے لئے کوئے بتاں ڈھونڈھ رہا ہوں
 یہ ہوش کا عالم ہے کہ مدہوشی کا عالم
 ہوں خود بھی وہیں خود کو کہاں ڈھونڈھ رہا ہوں
 غم پایا تو آلام و دعا کی طلب ہے
 اب سلسلہ خواب گراں ڈھونڈھ رہا ہوں
 یہ چیز اگر ہے تو کسی شوخ نظر میں
 بہت زاد محبت کو کہاں ڈھونڈھ رہا ہوں

(۹۲)

تسبیح بھی مثلِ شام ہی نکلی
 زندگی غم کا نام ہی نکلی
 آفریں بادِ جذبِ ناکامی
 آہ بھی ناتمام ہی نکلی
 ہم گرفتار ہیں مصیبت میں
 راحت اوروں کے نام ہی نکلی
 ہمارے قسمت نے کر دیا مجبور
 تیغِ بے نیام ہی نکلی
 سر منزل پہنچ گیا ہوں میں
 جستجوِ تسبیحِ کام ہی نکلی
 نامِ رادی کا سحر بھی ٹوٹا
 آرزوِ شاد کام ہی نکلی
 ہم غلط فہمیوں میں تھے بہزاد
 آہِ ن کا پیام ہی نکلی



(۹۳)

ترے زلف و رخ کا یہ رنگیں نظام
 انھیں سے ہیں روشن مرے صبح و شام
 مبارک مبارک مہٹی خود نقاب
 لگا ہوں کو ملنے لگا اذن عام
 میں کیوں رہا ہر تجھ کو تکلیف دوں
 مری منزلِ شوق ہے چند گام
 وہ اٹھتی وہ اٹھتی کسی کی نظر
 وہ آیا ، وہ آیا کسی کا پیام
 نہ اپنی خبر ہے نہ دل کی خبر
 محبت نے بخشے عجب صبح و شام
 نہیں ہیں تو ساتی بھی ہے مضطرب
 سنا مے کدہ میں مچلتا ہے جام
 ہے بے خود سا ہزار مضطر مگر
 ہے اس کے لیوں پرتار ہی نام



(۹۴)

تم تجھ میں نمایاں ہو میں تم میں نمایاں ہوں
 تم آئینہ پسکر ہو میں آئینہ ساماں ہوں
 اب ہوش مر کے گم ہیں اب ماند ہو میں نظر میں
 کچھ دیر سے حیرت ہے کچھ دیر سے حیراں ہوں
 یہ کونسا عالم ہے اس کے چشم کر مہمیشہ
 نسکیں ہیں نہ مضطر ہوں حیرا ہوں گریباں ہوں
 شاید کہ سمجھ جائے کوئی دلِ دار فتنہ
 تعبیر بھی میں خود ہوں خود خواب پریشاں ہوں
 اللہ کی کیفیت خود درد ہوں میں اپنا
 اللہ کے مرا عالم خود درد کا درماں ہوں
 ہے بھید بھی میرا ہی ہے راز بھی میرا ہی
 میں خود ہی ممتہ ہوں خود سر بہ گریباں ہوں
 ہزار مرا عالم کب سمجھے گی یہ دنیا
 خود آپ ہی سنتا ہوں خود آپ غزل خواں ہوں

(۹۵)

میری حیاتِ عشق اور بھی بلند ہو چلی
 جگر میں دردِ بڑھ گیا خلش و وحشت ہو چلی
 مرقی مراد سے کشتی جو بس رہ مند ہو چلی
 فضا سے کدہ بھئی آہ بند بند ہو چلی
 یہ جے بسی کی کیفیت یہ بھینوں کی رنگ
 فقط وہ دیکھتے ہیں یہ کسے پسند ہو چلی
 تڑپ رہا ہے راہزن ترس رہا ہے راہر
 یہ سن رہا ہوں رہ روی بھی ارہ مند ہو چلی
 کمالِ شوق دیکھئے فسونِ ذوق دیکھئے
 نگاہِ نازِ دوست بھئی مراد مند ہو چلی
 بھٹک بھٹک کے دیکھئے حدِ یقیں میں آگیا
 بھٹے تو لذت گماں بھئی سود مند ہو چلی
 نظم کا کام اور ہر کہیں پہ جلوہ ہونہ ہو
 یہ کیا سدا نگاہِ شوق پائے بند ہو چلی
 مرے لئے تو کچھ نہیں گھوڑ کا دامِ رنگ و بو
 مری آہِ سازِ زندگی خزانہ پسند ہو چلی

(۹۶)

مرے رُخ سے ہے نمایاں عرارِ ننگِ زندگانی
 نہ کہیں یہ مسکراہٹ، نہ کہیں یہ شادمانی
 میں ترے شمار تو مئے سہنی تو مری کہانی
 بہ صد اسٹکے بے صدائی بہ زبانِ بے زبانی
 بڑھتے ہیں بے چہرے سنسنی تو سنو مری زبانی
 مرے اشک کیا کریں گے مرے غم کی تہجانی
 مری داستان میں کیا ہے مرے درد و غم کا قصہ
 نہ سنو مرا نسانہ، نہ سنو مری کہانی
 تجھے راز کیا بتوں میں جہانِ عاشقی کا
 ترا حسنِ چہارون کا مرا عشقِ جاودانی
 فوراً اندھیوں سے کہہ دو کہ نہ تیرا تیرا میں
 کہیں فکرِ فکرانہ اٹھے مری شمعِ زندگانی
 مرے دل کا گوشہ گوشہ جو تہلیوں سے پر ہے
 رہے دریا نمربہ رست جہاں کی صنوفِ شانی

(۹۶)

نیراشید انغم کو بن سے بیگانہ رہا
 ہوش آیا بھی تو دیوانے کا دیوانہ رہا
 یہ حقیقت ہے کہ تاعمر میں دیوانہ رہا
 ہر گھڑی پیش نظر جلوہ جانا نہ رہا
 اک مری آدے دونوں کے بھرم کو کھولا
 یہ حقیقت رہی باقی نہ تو افسانہ رہا
 عشق کو کون سمجھتا ہے کہ باقی یہ نہیں
 بعد جلنے کے بھی یونہی پر پروانہ رہا
 آئی بھی فصل بہاری تو ہوا کیا حاصل
 سارے گلشن سے الگ سبز بیگانہ رہا
 یوں تو سو بار گھٹا چھائی زمانے پر مگر
 وہی ساقی وہی سیکش وہی پیما نہ رہا
 دیکھتا مجھ کو توجہ سے کوئی کیا بہزاد
 یہ حقیقت ہے مرا حال فقیرانہ رہا

میں نے جو کہا ہوش پہ آخر مرا بس کیا

کچھ سوچ رہا ہے مرا ہم را نہ نفس کیا
وہ میرا تماشہ نہ بنیں اُن کی عنایت

سچ تو یہ ہے اے جذبِ محبت ترا بس کیا
جلووں کو چڑالایا ہوں آنکھوں میں اٹکار

اب مجھ سے کہیں گے بھلا اربابِ ہوس کیا
گشتِ ہے نہ صحتِ ہے نہ بھلی نہ نشیمن

میں خواب کے عالم میں ایرانِ قفس کیا
میں سوچتا رہا ہوں کہ میں تہنا تو نہیں ہوں

قدموں میں مرے کھو گئی آوازِ جرس کیا
قدموں پہ ترسے تھکے دو لوں ہی عالم

ورنہ میں سمجھتا تھا کہ میں کیا مرا بس کیا
اک سانسِ پیامی ہے تو اک سانسِ سلامی

ہستہ از حزیں اور ہے تسلیجِ نفس کیا

(۹۹)

وہ اپنا رخ دکھا کے جو مستور ہو گیا
 دل سے آہا کہنے پہ مجبور ہو گیا
 اس کے عشق کا سیلاب ترے فیض کے نثار
 سر زد کوئی بنا کوئی مستور ہو گیا
 دوست سے کم نہیں ہے ترا غم، ترا الم
 یہ جس کو مل گیا ہے وہ سرور ہو گیا
 کھودیتا کس طرح سے بھلا رہی کا لطف
 منزل قریب آئی تو میں دور ہو گیا
 میری طرف اٹھی جو کسی کی نگاہ ناز
 دل بے کے تڑپنے پہ مجبور ہو گیا
 کچھ دیر تو سکوں سا ملا ذکر دوست سے
 بچر غلام خیال بدستور ہو گیا
 ہے شاعری کا وزن نہ فکر و خیال کا
 ہزار دیرے عشق سے مشور ہو گیا



(۱۰۰)

ہر کی شب انتظار نذر حسرت ہو گئی
 آگے گئے گھر اسکے وداں کو خبر ہو گئی
 گر تھا بہت غم کا چوڑا پھر بھی رہا میں شیش
 راز مگر کھل گیا آنکھ جو تر ہو گئی
 اپنی حکمت ہی کیا ان کی شکایت ہی کیا
 زیست کا کیا پوچھنا زیست بسر ہو گئی
 ان کی جو اٹھی تھی سنگی زبان اک آہ
 بات نہیں بھی ہوئی بات مگر ہو گئی
 اور کو نہیں بہت سکون یہ ہو شکا بہنوں
 میرے دل زار کو کس کی نظر ہو گئی
 کہتے ہیں اس کا نماز پاس کے د نور نیاز
 میری جہیں خود بخود جانب در ہو گئی
 تھا یہ خلافت ادب آپ کو دیکھا کیا
 مجھ سے نہیں یہ حسرت زار و گر ہو گئی

کلیاتِ اقبال

علامہ سراقبال مرحوم

کے تمام اُردو کلام کا مجموعہ
بیس روپیہ میں آنے والی چار کتب کے بجائے
صرف کلیاتِ اقبال منگالیے جسکی قیمت پانچ روپیہ ہے
== اس میں ==

بانگ درا، بال جبرلی، ضربِ کلیم اور ارغوانِ حجاز
== کا ==

اُردو حصہ یک جا کر کے خوبصورت طریقہ پر
کتابی سائز میں علامہ سراقبال کے نوٹوں کیساتھ
شائع کیا گیا ہے

قیمت مجدد پانچ روپیہ ← نسیم بکڈریکشن

== نسیم انہوی کے دل چسپ اصلاحی اور نئی آموزناہی ==

== شجرہ نسیم ==

نسیم انہوی کا شمار ناول جس میں مشرق و مغرب تہذیب کا موازنہ
ایک نئے انداز میں کیا گیا ہے مغرب پرستوں کے لئے یہ ناول ایک
نمازبانہ عبرت اور مشرقی خواہشیں کیلئے مشعل ہدایت ہے، مجلد پانچواں ہے۔

== نمائندہ ==

عورت کی مخالفت اور مرد کے جبر و استبداد کی ایک لرزہ خیز کہان
جس میں نسیم انہوی نے جہاں عورتوں کو اپنی عزت و ناموس بچا سکا
حق تعالیٰ کی عبادت میں مردوں کے لئے بھی عبرت کا سامان مہیا کر دیا ہے
قیمت مجلد چار روپے

== مکمل کار ==

نسیم انہوی کا ایک شاندار اصلاحی ناول جس میں مسلمانوں کی کمزوری
بڑی عمدہ چینی کرتے ہوئے مصنف نے انھیں وہ سبق بھی پڑھایا ہے
جسے وہ بھول چکے ہیں، قیمت پانچ روپے

== شجرہ نسیم ==

ہندوستان سے شروع ہو کر پاکستان میں ختم ہونے والی محبت کی
ایک پاکیزہ کہانی سوشل ماب کے مفاد سے عاجز اگر تھو کو شیر باد کہنے

== ناول ایک عمدہ بریل کی دیکھ بھری داستان، قیمت تین روپے ==

== کہکشاں (باتھویں) ==

ملکہ کوہستان عینی تال کی پُر فضا گھائیٹوں اور چوٹیوں کے پس منظر
 نسیم انہونوی نے اس ناول میں ایک ایسی کہانی پیش کی جو ہمیں مشرقی
 و مغربی تہذیب کی زبردست ٹکڑ ہوئی حسن و عشق کی پُر لطافت اور پُر زور
 کہانی اتنی جذباتی اتنی اصلاحی اور اتنی اخلاقی ہے کہ ہر پڑھنے والا
 متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا دور حاضر میں جتنے بھی ناول اردو میں کھے
 گئے ہیں کہکشاں سے زیادہ شہرت و مقبولیت کسی ناول کو نہ حاصل
 ہو سکی، ہر ماں بہن بیٹی ہو کے مطالعہ کے قابل ہے۔

قیمت مجلد پانچ روپے

== آخری کہانی ==

نسیم انہونوی کے افسانوں کا مجموعہ جس میں سابقہ اور حالیہ افسانوں
 کا انتخاب شامل ہے، یہ تمام افسانے نہ صرف اصلاحی بلکہ سبق آموز
 بھی ہیں، قیمت دو روپے

== طرز زندگی ==

نسیم انہونوی کا پہلا ناول جسے پڑھنے کے بعد رسائل و اخبارات نے
 لکھا تھا کہ یہ کتاب لڑکیوں کو جہیز میں دینے کے قابل ہے، ایک معصوم
 لڑکی کی داستان حیات جس نے محبت کی لیکن کامیاب نہ ہو سکی، پھر بھی
 نہ اس نے جان دے دی نہ اس کے قدروں میں کوئی لغزش ہوئی۔

قیمت ڈھائی روپے

خان محبوب طرزی کے تاریخی ناول

صبح اندلس

(خان محبوب طرزی کا ایک ولولہ انگیز اسلامی تاریخی ناول)

مسلمانوں کی اٹھتی ہوئی جوانی کے اس دور کی ایک داستان جب وہ
حق کی شعلیں لئے آفریقہ کے کوہستانوں، ریگزاروں اور ساحلی میدانوں
کو پھانڈتے اور روندتے اور کفر کی ظلمتوں کو دور کرتے ہوئے اندلس
کے مرغزاروں میں سپیدۂ سحر کی طرح ایک نئی صبح کا پیغام لے کر پہنچے
خان محبوب طرزی نے اپنے اس تاریخی ناول میں اسلامی فتوحات
کی دلکش تصویر کھینچی ہے۔ قیمت چار روپے

سور اندلس

مجاہد اعظم حضرت موسیٰ بن نصیر کا ہسپانیہ میں فاتحانہ داخلہ اشبیلیہ
اور محاورہ کا محاصرہ اور مسلمانوں کی شاندار فتوحات کا ایک انمول
تاریخی مرقع، حیرت انگیز اور پراسرار رومانی ناول۔ محبوب طرزی
کی ایک تاریخی تصنیف۔ قیمت پانچ روپے

شباب قرطبہ

قرطبہ کے عروج و زوال کی ایک سچی کہانی امیر المومنین عبدالرحمن الناصر الدین
کے دوبار کی شان و عظمت، قرطبہ کی ترقی اور اس دور کے ایک
رومانی واقعہ کو خان محبوب طرزی نے اپنے خاص رنگ میں لکھا ہے
قیمت پانچ روپے

مائل ملیح آبادی کے تاریخی ناول

ہجرت ہندوستان کے مفرد ناول نویس مائل ملیح آبادی کا اسلامی تاریخی
 شاعر ہمارے رسول پاک حضرت محمد سے متعلق انسانی
 رنگ میں اتنی موثر کتاب آپ نے آج تک ملاحظہ نہ فرمائی ہوگی، مائل صاحب نے
 اس متبرک کتاب میں رسول پاک کو ایک انسان کی حیثیت سے پیش کر کے مسلمانوں
 سے انہیں دنیا کے تمام لوگوں سے پوچھا ہے کہ کیا کسی کو ان کی بزرگی سے انکار
 ہو سکتا ہے، قیمت تین روپے آٹھ آنے۔

کعبہ کے کر بلا تک سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام سے دنیا کا بچہ
 بچہ واقف ہو لیکن کر بلا میں رسول پاک کا یہ لوا سکیوں
 شہید ہوا کیسے شہید ہوا کون کون حق کے طرفدار رہے کون باطل کے تفصیلاً کتر
 ہی لوگوں کو معلوم ہیں، مائل صاحب نے اس مختصر کتاب میں حالات کر بلا کو جس وضاحت
 کے ساتھ پیش کیا ہے اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ قیمت تین روپے۔

مرگ نہ ملے تاملان حسین سے مجھان اہل بیت کا خونناک انتقام، تاریخ اسلام کے وہ
 اور اقی جن کا مطالعہ کتر ہی لوگوں نے کیا ہوگا، حق پرستوں کی وہ آواز
 جو تیرہ سو سال قبل مدینہ سے مدائن اور بیت المقدس سے بصرہ تک بلند ہوئی تھی
 مائل صاحب نے اس کتاب کے ذریعے وہی آواز عام مسلمانوں تک پہنچانے کی کوشش
 کی ہے کر بلا میں شہید ہونے والے حسین اور ان کے ساتھیوں سے پوری واقفیت
 حاصل کرنے کے ساتھ ہی ان لعینوں کا انجام بھی معلوم کرنے کے لئے ہر مسلمان کو
 اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے



Rs-5/-